ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بانی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ
۲۸ر جنوری ۱۹۸۳ء



یکے از مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — حضرت لاہوری قدس سرہٗ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدَلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ وَیَفِیْضُ الْمَالُ حَتّٰی لَا یَقْبَلَہٗ اَحَدٌ حَتّٰی تَکُوْنَ السَّجْدَۃُ الْوَاحِدَۃُ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ اَلْاٰیَۃُ (متفق علیہ)

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے البتہ ضرور قریب ہے کہ ابن مریم تم میں اتریں گے در آنحالیکہ حاکم عادل ہونگے پھر صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ہٹا دیں گے اور مال بہت ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ ساری دنیا اور اس کے ساز و سامان سے بہتر ہو۔ پھر ابو ہریرہؓ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو۔ کوئی بھی اہل کتاب میں سے نہیں بچے گا۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی موت سے پہلے ایمان لے آئے گا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَیَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَادِلًا فَلَیَکْسِرَنَّ الصَّلِیْبَ وَلَیَقْتُلَنَّ الْخِنْزِیْرَ وَلَیَضَعَنَّ الْجِزْیَۃَ وَلَیُتْرَکَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا یُسْعٰی عَلَیْہَا وَلَتَذْھَبَنَّ الشَّحْنَآءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَیَدْعُوَنَّ اِلَی الْمَالِ فَلَا یَقْبَلُہٗ اَحَدٌ رواہ مسلم وفی روایۃٍ لَّھُمَا قَالَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِّنْکُمْ۔

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واصحابہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کی قسم ہے۔ البتہ ضرور ابن مریم نازل ہوگا ایسے حال میں کہ وہ انصاف کرنے والا حاکم ہوگا۔ پھر وہ صلیب کو توڑ دے گا اور خنزیر کو قتل کر دے گا۔ اور جزیہ ہٹا دے گا اور جوان اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی ان پر سواری نہیں کی جائے گی اور نہ کوئی اور کام لیا جائے گا اور البتہ لوگوں میں سے کینہ اور بغض اور حسد جاتا رہے گا اور عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو مال کی طرف بلائیں گے مگر کوئی قبول نہیں کریگا۔ اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ہے تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ ابن مریمؑ تم میں نازل ہوں گے۔ اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ قَالَ فَیَنْزِلُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فَیَقُوْلُ اَمِیْرُھُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَیَقُوْلُ لَا اِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَآءُ تَکْرِمَۃَ اللّٰہِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ رواہ مسلم۔

جابرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت میں سے ایک جماعت

(باقی ۲۰ پر)



جلد ۲۸ • شمارہ ۳۰

جمعۃ المبارک

۲۸ رجنوری ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ

شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ

مجلس ادارت

مولانا محمد اجمل قادری

محمد سعید الرحمٰن علوی

ظہیر میر۔ ایم اے ایل ایل بی

دفاتر

لاہور — خدام الدین مرکز

کراچی — خدام الدین بلڈنگ

بدل اشتراک

سالانہ ۔۔۔۔ ۱۰۰ روپے

ششماہی ۔۔۔۔ ۵۰ روپے

سہ ماہی ۔۔۔۔ ۲۵ روپے

فی پرچہ دو روپے

جناب مولانا نیازی صاحب کا

اتحادی فارمولا

گذشتہ دنوں اخبارات میں سرکاری سطح پر دو کمیٹیوں کے قیام کا اعلان ہوا جس میں سے ایک کمیٹی کا تعلق شیعہ سنی اتحاد سے ہے۔ تو دوسری کا تعلق فرقہ وارانہ اختلافات ختم کرنے سے ہے —— دونوں کمیٹیوں کے سربراہ پنجاب کے وزیر اوقاف میاں محمد ذاکر قریشی صاحب ہیں اور ان میں بعض علماء وغیرہ شامل ہیں —— ہمارے یہاں کی حکومتیں بالعموم انگریزی دور کے ورثہ کو سینے سے لگائے ہوتے ہیں جس میں "لڑاؤ اور حکومت کرو" کا فلسفہ بھی شامل ہے۔ تاہم کبھی کبھار لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی غرض سے اتحاد کی باتیں کر دی جاتی ہیں۔ لیکن چونکہ مقصد محض کچھ لوگوں کو مصروف عمل کرنا اور اپنے حق میں واہ واہ کرانا۔ ہوتا ہے اس لئے اس قسم کی باتیں اخبارات کے صفحات کی زینت سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اور اگر حکومت واقعۃً مخلص ہو تو یہ بات کون سی مشکل ہے؟ حکومت ظالم کو ظالم کا مقام دے کر اسے قرار واقعی سزا دے اور مظلوم کی صحیح معنوں میں داد رسی کرے تو ملک میں کسی انتشار یا جھگڑے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا —— لیکن بالعموم دیکھا یہ جاتا ہے کہ ایک طبقہ کو ظلم کی کھلی چھٹی دے دی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ سرکاری حلقوں کے بعض افراد ایسے لوگوں کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ اور جب ایک خاص حد تک ظلم پہنچ جاتا ہے تو پھر اس نوع کی کمیٹیاں بنا کر ظالم کے ساتھ مظلوم کو بھی ایک ٹیبل پر بیٹھنے کی ہدایت کی جاتی ہے —— اور ہمارے اس دعوے کا سب سے بڑا ثبوت گذشتہ دو تین سال کے وہ روح فرسا واقعات ہیں جن کے نتیجہ میں ایک مخصوص طبقہ نے اہلسنت کی مساجد پر ظالمانہ یلغار کی اور اس

کے بعد حکومت نے محض مصالحتی کمیٹیاں بنانے پر اکتفا کیا۔ اسی مصالحتی مشن کو اب ذرا پھیلا کر پنجاب کی سطح پر کمیٹیاں بنا دی گئی ہیں جن کا نتیجہ ڈھاک کے تین پات کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ ہم نے ان کا کسی قسم کا نوٹس نہیں لیا بلکہ اہلسنت سے تعلق کے دعوے دار جن اہل علم نے ان میں شمولیت کی ہے ان کی سوچ پر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ کر خاموشی اختیار کر لی۔

لیکن کل کی جے۔یو۔پی اور آج کے ورلڈ مشن کے ایک رہنما جناب عبدالستار خاں صاحب نیازی کے ایک اتحادی فارمولے کے متعلق کچھ گذارشات پیش کرنے کی غرض سے مجبوراً قلم اٹھایا ہے۔

یہ اتحادی فارمولا کراچی کے ایک رسالہ ترجمان اہلسنت کی اشاعت اکتوبر ۸۲ء میں سامنے آیا (پہلی مرتبہ نہیں) اور اس کا علم ہمیں ۱۲ ربیع الاول کو بعد نماز عشا "خالق دینا ہال" "کراچی" جیسے اہم مقام پر منعقدہ سیرت کانفرنس میں ہوا۔ یہ کانفرنس ۱۲ روز منعقد ہوتی اس کا انتظام پاکستان سنی کونسل نے کیا، ہر مکتب فکر کے علماء نے اس میں شمولیت کی۔ آخری شب کونسل کے سیکرٹری نے اپنے تحریری مقالہ میں علماء کو اتحاد کی طرف توجہ دلائی اور نیازی صاحب کے فارمولے کا ذکر کیا۔

ہمیں مسرت ہے کہ ہم نے وہاں نقد جواب دے دیا اور خلق خدا کو گواہ بنا کر کہا کہ اتحاد کی دعوت دینے والے کھلے دل سے سامنے آئیں تو مسئلہ مشکل نہیں۔

ہم نے ترجمان اہلسنت کا پرچہ حاصل کیا تو اس میں وہی فارمولا تھا جس کا ذکر نیازی صاحب نے چند ماہ پہلے لاہور کے ایک ہفت روزہ "بادبان" میں کیا تھا یعنی حضرت شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کو بنیاد بنا لیا جائے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی" کو مرکزی شخصیت تسلیم کر لیا جائے، المہند (عقائد علمائے دیوبند) کے مطابق طے ہو جائے یا پھر جیو اور جینے دو کا اصول اپنا لیا جائے۔

ان سطور کے راقم نے بادبان اور خدام الدین کے ذریعہ واضح کیا تھا کہ معاملات کو طے کرنا ہے تو بسم اللہ ---- کھلے دل سے سامنے آئیں ---- لیکن ادھر سے خاموشی رہی اور کوئی جواب نہ ملا۔ ہم نے اس موقعہ پر عرض کیا تھا کہ انہی نیازی صاحب کی مولانا محمد سرفراز خان صاحب سے گفتگو، مولانا محمد حسین نعیمی کی مولانا محمد تقی عثمانی سے گفتگو اور "خدام الدین" کے "جنوری نمبر" میں عدالت عالیہ کے ججوں پر مشتمل کمیشن کا قیام جو فیصلہ کر سکے، وغیرہ ساری باتوں کو سامنے رکھ کر عملی اقدام اٹھایا جائے ---- لیکن کوئی عملی قدم نہ اٹھا جبکہ آج کل لاہور کے ایک دوست فریقین کے علماء سے ملنے میں مصروف ہیں اور اس ضمن میں اخبارات میں خبریں آ رہی ہیں۔

اس ضمن میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرات علماء اہلسنت (دیوبندی حنفی) کی تاریخ سامنے ہے کہ انہوں نے ہر ظلم سہنے کے باوجود ہمیشہ سنجیدگی اور متانت کا مظاہرہ کیا۔ تحریر و تقریر کے ذریعہ ان کی تکفیر کی مہم چلائی گئی اور اب تک اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی ---- خود اتحادی فارمولا کے مصنف نیازی صاحب نے چند دن پہلے لاہور کی ایک کانفرنس میں جو تقریر کی وہ ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے ---- لیکن علماء اہلسنت نے علمی طور پر سنجیدگی سے کسی بات کا جواب دیا تو دیا اور کوئی انتہا پسندانہ اقدام نہیں کیا۔ لیکن نیازی صاحب اور ان کے قبیل کے علماء نے ذوق تکفیر کو اس طرح پروان چڑھایا کہ بات بڑھتے بڑھتے عوام تک پہنچی اور اس ضمن میں ہمیں اپنے کئی نوجوانوں کا خون برداشت کرنا پڑا ---- آج اگر وہ اندرونی بیرونی حالات کے پیش نظر

اتنے حساس ہو چکے ہیں اور اتحاد کے لئے شور مچاتے ہیں تو اس کی وجہ ؟ کیا وہ کل کے غیر مسلموں (؟) کو آج مسلمان تسلیم کر لیں گے ؟ وہ اور ان کے صاحب فتویٰ علماء کی کھیپ ذوق تکفیر سے دست بردار ہو جائے گی ؟ مظلوم طبقہ کے اکابر و اسلاف کے خلاف تکفیری فتاویٰ سے دستبرداری کا اعلان ہو جائیگا؟ اگر تو یہ باتیں ممکن ہیں تو پھر مسائل کا حل بہت آسان ہے لیکن اگر محض کمیونسٹ انقلاب کے خوف سے بہادر طبقہ کی چھتری تلے بچنے کی سبیل تلاش کی جا رہی ہے یا دنیائے عرب میں جناب مولانا احمد رضا خان اور جناب مولانا نعیم الدین مرادآبادی کے ترجمہ و تفسیر کے ضبط ہونے کے سبب پریشانی ہے اور ان پریشانیوں کے ازالہ کے بعد وہی کچھ کرنا ہے تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس ہنگامہ کا فائدہ ؟ ہماری ہمیشہ کی پالیسی امت کا اتحاد و وحدت رہی اور ہے لیکن ہم یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ ستر اسی برس سے مسلسل جن کے اکابر و اسلاف کو آپ نے اور آپ کے بڑوں نے دین اسلام سے خارج قرار دیا ---- ان کی غیرت بحمد اللہ زندہ ہے اور وہ اس طرح آپ کے جال میں آنے والے نہیں ---- ممکن ہے آپ کو کچھ نام نہاد اہلسنت مل جائیں جو آپ کے لئے کھلے دل کا مظاہرہ کریں لیکن غیرت مند اہلسنت کی بھرپور اکثریت فریب کا شکار نہیں ہو گی ---- المہند (عقائد علماء دیوبند) آپ کے اتحادی فارمولے کا ایک نکتہ ہے وہ حضرات علماء اہلسنت کی ایک ایسی مصدقہ دستاویز ہے جسے عرب و عجم کے علماء نے اپنے دستخطوں سے مزین کیا اور اس کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کی ---- جس جماعت کے عقائد و افکار کی یہ دستاویز ہے اس نے آپ ہی کے بڑوں کے اٹھائے ہوئے طوفان کے جواب میں یہ دستاویز مرتب کی تھی ---- سوال یہ ہے کہ اس دستاویز کے سامنے آنے کے بعد آپ اور آپ کے بڑے چھوٹے اپنے موقف تکفیر سے باز آ گئے تھے ؟ اگر اتنا عرصہ وہ باز نہیں آئے تو آج آپ اس کو تسلیم کر لیں گے ؟ ہمیں اب بھی خوشی ہوگی کہ آپ مسلک حقہ کے خادموں سے متعلق اپنے موقف تکفیر سے دستبردار ہو جائیں اور اس طرح امت کی وحدت کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت و عاقبت کی اصلاح کر لیں۔ لیکن اگر محض وقتی حوادث سے تحفظ مقصود ہے تو پھر غالباً آپ کو کامیابی نہ ہو گی اور اس کا سبب آپ ہونگے مظلوم طبقہ نہیں ---- جو حضرات اخبارات میں اس فارمولے کو تسلیم کرنے سے متعلق بیان دے رہے ہیں انہیں ہماری گذارشات پر توجہ دینی چاہئے ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ خلوص سے وحدت امت سے متعلق جو اقدام ہوگا ہم اس میں ہراول دستہ ہونگے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو خلوص و دیانت کے ساتھ امت کے لئے عملی جدوجہد کی توفیق دے۔

ہر سلیم الرحمٰن علوی [illegible] ۲۸ جنوری ۸۳ء

مرزائی سربراہ کا استقبالیہ

مرزائیوں کے چوتھے سربراہ لاہور آئے، ایک بڑے ہوٹل میں ان کی جماعت نے انہیں استقبالیہ دیا ---- ہمیں اس پر کیا اعتراض؟ لیکن اس استقبالیہ میں وہ بھی شریک ہوئے جو اس ملک میں اسلامی روایات کے اتنے بڑے علمبردار بلکہ ٹھیکیدار ہیں کہ انہیں وہ بھی مسلمان نظر نہیں آتے جن کی زندگیاں قرآن و حدیث کی خدمت میں بسر ہوئیں ---- قصور ان کا صرف یہ تھا کہ وہ ان علمبرداران روایات اسلامی کے سیاسی مؤقف کے خلاف تھے ---- نام دیکھیں۔ میاں امیر الدین، میاں محمد شفیع (م۔ش)، ڈاکٹر محمد باقر (جو دوسروں کے خلاف شور مچانے میں بہت تیز ہیں) ممتاز احمد خاں (صدر پاک چین دوستی) مسٹر ظہور عالم شہید وغیرہ ---- پاکستانی مسلمانو ! ان زعماء سے سوال کرو کہ تم وہاں

(باقی [illegible])

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : ادارہ

اسلامی حکومت کے فرائض

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدہم

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم : بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ۔

صدق اللہ العظیم۔

بزرگان محترم ! آج کی معروضات جمعہ کا عنوان ہے۔ اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ اللہ کا دین اپنی مملکت میں رائج کرے۔

اس ضمن میں قرآن حکیم کی ایک طویل آیت کا ٹکڑا پڑھا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ نے اس کائنات کو بسایا۔ انسان کو اس کائنات کا دولھا بنایا۔ اس کو اشرف المخلوقات بنا کر بھیجا۔ دنیا میں اس کو اپنا نائب تجویز کیا تو ساتھ ہی اعلان فرما دیا کہ ہم انہی انسانوں میں سے ان کی راہنمائی اور ہدایت کے لیے پیغمبر، نبی اور رسول کے نام سے انسان بھیجتے رہیں گے اور ان کا فرض یہ ہوگا کہ وہ انسانوں کو ان کی ذمہ داریاں، ان کا مقصد تخلیق اور اصلی و حقیقی زندگی میں انہوں نے کس چیز سے دو چار ہونا ہے ان سے آگاہ کریں اور بتائیں کہ یہ دنیا کس طرح ان کے لیے آخرت میں سرخروئی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ سو یہ فریضہ ایک دو یا سو پانچ سو انبیاء نے نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش انبیاء علیہم السلام نے ادا کیا آخر میں نبی آخر الزمان (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے اور فرمایا۔ اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ۔ یعنی تمہارے بعد کسی اُمت اور میرے بعد کسی پیغمبر اور کتاب کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی لیے تمام الہامی کتابوں اور انبیاء کی تعلیمات کی تکمیل اس کتاب میں ہو گئی۔ جب تک تکمیل کا وعدہ پورا نہ ہوا حضور علیہ السلام اس دنیا میں رہے اور جب پورا ہوگیا تو اللہ نے اس کے بعد آپؐ کو اس جہان سے کوچ کی اجازت دے دی۔ جب آپؐ نے اس جہان سے پردہ فرمایا۔ تو آپ اس سے قبل یہ اعلانِ قرآنی لوگوں کو سنا چکے تھے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ گویا دینِ اسلام جس کی ابتدا آدمؑ سے ہوئی نبیؐ کریمؐ پر اس کی تکمیل کر دی گئی۔ اور جس کلام ربانی کی ابتدا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ سے ہوئی۔ وہ تیرہ سالہ مکی اور دس سالہ مدنی زندگی میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ یہی تعلیم انسانوں کے لیے وافی، شافی اور کافی ہے۔

اس کتاب میں جہاں انسانوں کی انفرادی ذمہ داریاں بیان ہوئی ہیں اجتماعی ذمہ داریوں کا بھی تذکرہ ہے۔ جہاں مردوں کے فرائض و واجبات بیان ہوئے، عورتوں کے حقوق اور ان کی ذمہ داریاں بھی بیان ہوئی ہیں۔ اسی طرح انسانوں کے مختلف گروہوں کو جہاں متفرق فرائض و واجبات سے آگاہ کیا گیا وہاں حکمرانوں کو بھی اللہ نے صاف طور سے ہدایات اور احکامات دیئے۔ ان ہدایات میں ہے کہ اگر اس دھرتی پر، اس زمین پر، اللہ کے پیغمبروں کے نام لیواؤں، ان کے مطیع و فرمانبرداروں کو حکومت دی جائے تو ان کا فرض یہ ہو گا۔ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ

وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ۔ کہ وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کا امر کریں گے، فواحشات و منکرات سے روکیں گے، اللہ کی عبادت کا جو اجتماعی نظام ہے اس کو نافذ کریں گے۔ جیسا کہ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ، وَاسْجُدُوْا مَعَ السّٰجِدِیْنَ۔

اس کی مثال یوں ہے کہ ابھی آپ تشریف لائے ہیں تو یہ آپ نظامِ صلوٰۃ قائم کریں گے۔ اسی طرح انسان معاشی حیوان ہی تو ہے ترقی یافتہ۔ وہ اجتماعی طور پر رہتا ہے۔ اور اجتماعی طور پر اس کے پیٹ کا مسئلہ سب سے زیادہ نازک ہے۔ اس لیے کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا۔ جو معاشیات کی ہدایات و اصلاحات لے کر نہ آیا ہو۔ اس لیے اس نظامِ معاشی کو قائم کرنے کے لیے اللہ نے انسان کو ایک محدود دائرہ کے اندر اپنے سوا دوسروں کی ذمہ داریاں بھی سونپی ہیں۔ چنانچہ چالیس روپے جس کے پاس ہوں تو ان میں سے ایک روپیہ یتامےٰ، مساکین، بیواؤں میں سے کسی کو ادا کرنے کا اس کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ بیوی، بچوں، ماتحت لوگوں اور جن کی کفالت اس کے سپرد ہے۔ اُن کی ذمہ داری تو ویسے ہی اس کے کندھوں پر ہے۔ اور یہ وہی قانونِ قدرت ہے۔ جس کا ذکر اللہ نے قرآن میں کیا۔ وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔ کہ جو دولت اللہ نے انسانوں کو دی ہے اس میں منگتے، اپاہج، محتاج، ضعیف و نادار لوگوں کا حصّہ ہے۔ جن کا کوئی غم گسار نہیں، کوئی پرسانِ حال نہیں۔ لیکن اس حالت میں بھی آمدنی بیت المال لے گا۔ اور ہر ایک کو اس کے حصّہ کے مطابق دے گا۔ لوگوں کو کسی پر احسان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ نے ایک نظام قائم کیا ہے اور ہر ایک کے ذمہ اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں، اجتماعی بھی اور انفرادی بھی۔ نوافل آپ انفرادی طور پر پڑھتے ہیں اور فرائض اجتماعی طور پر۔ ایسے ہی آپ صدقہ خیرات انفرادی طور پہ ادا کرتے ہیں۔ اور بیت المال کا نظام اجتماعی ہے۔ وہ دنیا کا اعلیٰ ترین اور اصلح ترین نظام ہے۔ جب تک مسلمان اس پر عمل پیرا رہے۔ انہیں کبھی بھی کسی ذلت خواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ساری دنیا کے عوام اور حکمران اس نظام سے استفادہ کرتے رہے۔ اور آج بھی اگر کوئی دنیا کا اچھا نظام ہے تو وہ اس سے مستفاد ہے، اسی سے خوشہ چینی کی ہے۔ اہل دنیا اس سے استفادہ کرتے ہیں لیکن نام اس کا نہیں لیتے۔ اگرچہ اسلام کے اعلیٰ مقاصد کو نظرانداز بھی نہیں کر سکتے۔

جب انسان کلمہ پڑھتا ہے تو وعدہ کرتا ہے اللہ کی غلامی کا، اللہ کی ربوبیت کا، کہ ہم انسان اس دنیا میں ایاک نعبد وایاک نستعین نہ تیرے سوا کسی کو پکاریں گے اور نہ ہی تیرے سوا کسی سے امداد مانگیں گے اور نہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں گے۔ ہر جگہ انسان کچھ نہ کچھ مانگ کر احسان مند ہوتا ہے۔ لیکن ایک جگہ ایسی ہے جہاں سے لینے کے بعد کوئی شرمساری اور عار انسان کو محسوس نہیں ہوتی۔ اور وہ خالق کا دروازہ ہے کہ اگر اس سے نہ مانگا جائے تو وہ ناراض ہوتا ہے اور اس کی خوشنودی اور رضا اس سے مانگنے میں پوشیدہ اور مضمر ہے۔ کیونکہ اس نے انسان کی زندگی کا ذمہ خود لیا ہے۔ معاشی حالات کے علاوہ دیگر حالات بھی وہی درست کرے گا۔ وما من دآبۃٍ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ انسان تو انسان باقی مخلوقات کا پالنہار اور روزی رساں بھی وہی ہے۔ مچھلیوں کو سمندر میں کون رزق دیتا ہے۔ وہی ذات جو انسانوں کو رزق مہیا کرتی ہے، جو اژدھاؤں کو رزق پہنچاتا ہے، جو سؤروں اور کتوں کو بھی دیتا ہے۔ ہر جاندار، چرند پرند کو دیتا ہے جب وہ دیگر مخلوقات کو دے سکتا ہے تو کیا انسان جب اس کا فرمانبردار، اس کا تابع اور صحیح معنوں میں اس کے دَر پہ جھک جائے اور اطاعت گزار بندہ بن جائے تو اس کو رزق نہ دے گا؟ یقینی طور پر دے گا۔ بشرطیکہ انسان اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ ضابطہ اور دائرہ کے اندر رہے۔ اس کائنات میں ارض و سماء، شمس و قمر، لیل و نہار کی گردش، ہواؤں کا نظام کس انداز سے اللہ نے کر رکھا ہے۔ ان سب کو ایک ہی نظام، ایک ہی ضابطے اور ایک ہی دائرہ میں جکڑ رکھا ہے۔ اسی طرح انسانوں کے مختلف طبقات اور مختلف گروہ ہیں۔ ہیں۔ علماء بھی ہیں، صلحاء بھی، شعراء بھی ہیں اور خطباء بھی۔

ڈاکٹر بھی ہیں اور انجنیئر بھی، چور بھی ہیں اور ڈاکو بھی۔ لیکن ان سب کے لیے بھی اللہ نے ضابطہ اور اصول وضع کر رکھا ہے۔ بڑے بڑے نامی گرامی خدا کے باغی اور دشمن پیدا ہوئے۔ لیکن سب کی رگِ حیات اسی کے قبضہ میں ہے۔ جب چاہا کسی کی رسی دراز کر دی، جب چاہا کسی کی گردن توڑ کے رکھ دی، خدا کے سرکش رب الاعلیٰ کی صدائیں اور آوازیں لگاتے ہیں۔ اس کی حدود کو توڑتے ہیں۔ اس کے باوجود خدا ڈھیل دیتا ہے، مہلت دیتا ہے، اُن کو روزی دیتا ہے۔ ان کو سلطنتیں دیتا ہے، حکومتیں دیتا ہے، ان کو ضروریاتِ زندگی میسّر کرتا ہے، ان کو بیٹے بیٹیاں دیتا ہے، مال و دولت سے نوازتا ہے۔ یہ جاننے کے باوجود کہ یہ اس کے منکر ہیں، اس کے باغی ہیں، اس کے سرکش ہیں، کافر ہیں۔ خدا کی توحید اور پیغمبروں کی رسالت کے منکر ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود اللہ تعالےٰ اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہے۔ اگرچہ انسان اس کی ذمہ داریاں پوری نہیں کر رہے۔ ان کی ان حرکاتِ شنیعہ کے حساب کا اور جزا سزا کا اللہ نے ایک اور جہان تجویز کر رکھا ہے جہاں ایک اور ضابطہ ہے۔ اگر دنیا میں منکرین کے ساتھ — ع

دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

والا معاملہ تھا تو قیامت میں وہ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ کا نظارہ بھی دیکھیں گے۔

تو میں عرض کر رہا تھا۔ کہ ہم انسان ہیں۔ اللہ نے ہمارے لیے ضابطہ مقرر کیا ہے کہ جب ہمیں حکومت و سلطنت حاصل ہو تو سب سے پہلے اس نظام کو جو انسان کی تخلیق کا باعث ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اس کو نافذ و جاری کریں۔ ورنہ ـــ

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

گویا اللہ نے جب انسان کے لیے دو راستے واضح کر دیے ہیں اور ساتھ ہی ایک راستے پر چلنے کی بنا پر بشارت سنائی ہے۔ جو ہدایت کا راستہ ہے۔ اور دوسرے راستے پر چلنے کی بناء پر تنبیہ اور وعید سنائی جو کہ گمراہی کا راستہ ہے۔ اب انسان کو اختیار ہے چاہے خدا کے پیغمبروں کے راستہ پر چل کر اطاعت و انقیاد اور عجز و انکسار کی راہ اختیار کرے یا قارون، ہامان، نمرود اور فرعون کے راستہ پر چل کر ان کے نظام اور طریق کار کا معاون و ممد بن جائے۔

بہرحال اللہ نے یہ ملک ہمیں عطا فرمایا اور جب سے یہ ملک معرضِ وجود میں آیا ہے۔ علماء اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ سارے نہ سہی لیکن کچھ ایسے ضرور ہیں جو خلوصِ نیّت سے تبلیغ، تقریر، تحریر، درس اور تدریس کے ذریعہ اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کر رہے ہیں۔ دینِ اسلام کی طرف بلا رہے ہیں۔ اس بناء پر کہ کل قیامت کو ان سے پوچھ نہ ہو اور اللہ کے ہاں معذرت کر سکیں۔ اب عوام اور حکمران قیامت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ مَا جَاءَنَا مِنْ نَذِيْرٍ۔ کہ ہمارے پاس ڈرانے والا اور اسلام کا پیغام پہنچانے والا کوئی نہیں آیا تھا۔ پاکستان میں کوئی حکمران ایسا نہیں آیا۔ جس کے کانوں تک اسی مسجد میں، اسی منبر پر بیٹھنے والی شخصیت حضرت شیخ التفسیرؒ نے تحریر و تقریر اور قول و فعل کے ذریعہ اسلام اور قرآن کا پیغام نہ پہنچایا ہو۔ بلکہ ایوب خاں مرحوم کے دور میں تو حضرتؒ نے فرمایا تھا کہ دین کی خدمت کے لیے سول اور فوج کے جس محکمہ میں جتنے علماء ضرورت ہوں میں دوں گا۔ ان کا آنا جانا، روٹی کپڑا، کھانا پینا، تنخواہ وغیرہ کے انتظامات ہم خود کریں گے۔ اس کا جواب کیا دیا گیا۔ شکریہ کے خط کے سوا مشورہ قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوا۔ لیکن حضرتؒ نے اپنا فریضہ ادا کر دیا۔ تاکہ کل قیامت کو حکمران طبقہ خدا کے سامنے یہ عذر نہ کر سکے کہ ہم برطانیہ اور امریکہ کی یونی ورسٹیوں میں پڑھتے رہے، تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ہم نے جب اسلام اور قرآن کی تعلیم حاصل ہی نہ کی تو ہم اسلام کو کیسے اپنے دورِ حکومت میں نافذ کرتے۔

مولانا عبیداللہ انور

امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی کا آخری سفر دیوبند

۸ر جنوری ۸۳ء کی فکری نشست میں پڑھا گیا

۲۴ سالہ جلاوطنی کے بعد مولانا سندھی جب وطن واپس تشریف لائے تو سفر و حضر میں مجھے خادمانہ حیثیت سے ساتھ رہنے کا موقعہ ملا ان دنوں حجۃ اللہ البالغہ اور درس قرآن ان کا محبوب مشغلہ تھا ان کی عمر کا آخری اور میری عمر کا ابتدائی دور تھا پھر بھی حسب استطاعت میں نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا کم علمی کی وجہ سے جب کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو میں سوال کی جرأت کرتا مولانا انتہائی شفقت سے دل کھول کر بات سمجھاتے اور پوری طرح مطمئن فرماتے یہ سطور میری ان سے آخری ملاقات کی یاد داشت ہیں اس کے بعد مرض الوفات میں مجھے کچھ خدمت کا موقعہ ضرور ملا لیکن کسی علمی گفتگو کی نوبت نہیں آئی مولانا ان دنوں مختلف امراض کے نرغے میں تھے ان پر تکالیف کی یورش تھی لیکن زبان سے کسی تکلیف کا اظہار نہیں فرماتے تھے ان کی قوت برداشت پر معالج بھی حیران تھے بس ایک ہی لگن تھی جو بھی عیادت کے لئے آتا اسے قرآن میں غور و تدبر اور تفکر و تفحص کی نصیحت فرماتے ان دنوں ان کا ایک ہی پیغام تھا کہ دنیا کے تمام روگوں دکھوں اور مصائب و مشکلات کا حل صرف قرآن میں موجود ہے۔ قرآن کو پڑھو سمجھو اور اس پر عمل کرو اور اپنی زندگی قرآنی تعلیمات کو عام کرنے میں کھپا دو

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

یہ اوائل ۴۴ ۱۹ء کی بات ہے میں دورہ حدیث شریف کا سبق پڑھ کر اپنے کمرہ باب الظاہر کی طرف آ رہا تھا۔ ایک طالب علم تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا قریب آیا کہ حضرت مدنی یاد فرما رہے ہیں فوراً حاضر ہوا جب مہمان خانہ میں میری ان پر نگاہ پڑی ہنس کے فرمایا لیجئے آپ کا وہ چہیتا آ گیا آگے بڑھ کر دیکھتا ہوں تو مولانا سندھی کو حضرت ناشتہ کرا رہے تھے مجھ فرمایا یہ دہلی سے لاہور کا قصد

فرما چکے تھے میں نے دیوبند کی دعوت دی انہوں نے فرمایا کہ اس سفر پر کہ میاں اصغر حسینؒ سے
کرائیں میں نے وعدہ کر لیا اب انہیں محلہ قلعہ پر میاں صاحب کے ہاں لے جائیں تعمیل ارشاد میں چل دیے
ادب کی وجہ سے بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی ورنہ میں تو ۱۹۱۱ء سے دیوبند میں مقیم ہوں اور خوب
جانتا ہوں کہ میاں جی کا عصر کے بعد ہی ملاقات کرتے ہیں اور اس وقت وہاں تعویذ لینے اور ملاقات کرنے والوں
کا تانتا بندھا ہوتا ہے میاں جی کا اپنے معمول کے خلاف کبھی کسی سے ملاقات نہیں کرتے ہم دار العلوم کی
پر چلے جا رہے تھے راستہ میں اونچی منڈیر کا بڑا سا ایک کنواں پڑتا ہے کنویں سے اس طرف
خاصا بڑا رومال چہرہ پر ڈالے ادھر آتے ہوئے دکھائی دیئے لیکن ذہن اس طرف متوجہ نہ ہوا خیال
ہوا کوئی بھی ہو لیکن میاں صاحب کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس وقت سڑک پر خوب چہل پہل
وقت کوئی دس گیارہ کا ہوگا میں اسی سوچ میں گم تھا کہ میاں صاحب کے ہاں تو کوئی مجھ سے بڑا آدمی
بے وقت دستک نہیں دے سکتا میں کس طرح انہیں اطلاع کروں گا لیکن خدا کی شان جوں
پلٹ کر دیکھتا ہوں کہ دونوں بزرگ گرم جوشی سے معانقہ فرما رہے ہیں ——— اللہ اکبر تو یہ تو
میاں صاحب ہی تھے اور فرماتے ہیں کہ "میں تو صبح سے آپ کی باٹ دیکھ رہا تھا انتظار کر رہا
اب مجبوراً چلا کہ دیکھوں کہاں رہ گئے" اس وقت مسرت و انبساط سے دونوں بزرگوں
کے چہرے دمک رہے تھے اور پرانی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے خراماں خراماں قیام گاہ کی طرف
بڑھ رہے تھے یہ ایک شیخ الحدیث اور مادر زاد ولی اللہ کا کشف تھا اور دیوبند والے تو ان کے
کشف و کرامات دیکھنے کے عادی ہیں مکان پر آ کر ایک اور حیران کن بات دیکھی کہ تین پیالوں
میں گنے کے رس کی نہایت عمدہ کھیر رکھی ہوئی ہے قریب ہی گرم دودھ پڑا ہے اور ہم تین افراد کے
سوا وہاں اور کوئی موجود نہیں میاں صاحب نے اپنے دست مبارک سے ان میں دودھ ڈالا ایک ایک
پیالہ ہمیں عنایت فرمایا اور ایک پیالہ خود لے لیا ارشاد ہوا نوش جاں فرمائیں ——— پھر برسوں
کے بچھڑے دوست راز و نیاز کی باتوں میں مشغول ہو گئے اور ساتھ ہی لذیذ و شیریں کھیر سے بھی
لطف اندوز ہوتے رہے مجھے تو رہ رہ کر مائدہ سماوی یاد آتا رہا جیسے ابھی ابھی ہم پر نازل ہوا
ہر ان دونوں بزرگوں میں قدر مشترک حضرت شیخ الہند کی ذات اقدس اور ان سے عقیدت و

محبت تھی اور زیادہ قرآن ہی کے کمالات ان کی علمی و دینی اور سیاسی خدمات ان کے احساسات و
رجحانات پر گفتگو جاری رہی بالخصوص قرآن حکیم سے ان کا شغف اور بے پناہ محبت اور انگریزوں
ان کے گماشتوں سے اظہار نفرت و بیزاری کا بار بار ذکر آتا رہا ضمناً شاہ اسماعیل اور سید احمد
شہید اور خاص طور پر جنگ آزادی میں علماء کا جرأت مندانہ کردار مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ
حریت فکر جہاد شاملی و تھانہ بھون اور رفض و بدعات کے خلاف ان کے کارنامے بیان کرتے ہوئے
ایک دن مولانا سندھی نے فرمایا حضرت شیخ الہند کو مولانا محمد قاسم سے تواضع اور انکسار کی نسبت تھی اس نسبت کو
امام ولی اللہ اپنی کتابوں میں نسبت اہل بیت کا نام دیتے ہیں اور یہی نسبت اہل بیت حضرت شیخ الہند
سے مولانا سید حسین احمد مدنی کو حاصل تھی پھر دونوں بزرگوں نے شریف حسین والی مکہ کی ترکوں سے غداری اور
حجاز مقدس میں حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقاء کی گرفتاری پر رنج و قلق کا اظہار کیا اور اسارت
مالٹا کے دوران سنگدلانہ اذیتوں کو جس صبر و تحمل سے برداشت کیا ہے اس پر انہیں زبردست
خراج تحسین پیش کیا ادھر مولانا سندھی دنیا کے مختلف گوشوں بالخصوص دیار حرم میں بکھری اپنی
خوبصورت یادوں کو سمیٹ رہے تھے اور میاں صاحب کے منہ سے بے اختیار دعاؤں کے
پھول جھڑ رہے تھے نہ معلوم یہ پاکیزہ محفل کب تک جاری رہتی کہ مجھے کچھ آہٹ محسوس ہوئی
معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت مدنی کا خادم پیغام لایا ہے کہ مولانا سندھی کے لئے پرہیزی کھانا
تیار ہو چکا ہے اور حضرت مدنی مہمانوں سمیت انتظار میں ہیں اٹھتے ہوئے مولانا سندھی نے
فرمائش کر دی میاں صاحب حج کے موقع پر آپ نے حرم کعبہ میں جو بات ہمیں سنائی تھی وہ ایک
بار پھر سنا دیں ایک لمحہ تامل کئے بغیر حضرت میاں صاحب نے فرمایا بالکل اسی والہی پر
حضرت شیخ الہند کی صحت روز بروز گرتی جا رہی تھی ان کا مرض بواسیر اور وجع المفاصل
بھی کچھ کم تکلیف دہ نہ تھا کہ دیوبند تشریف لاتے ہی جاڑے بخار کا حملہ ہو گیا اور اسی
حالت مرض میں متعدد سفر پیش آئے اور خاص طور پر علی گڑھ جانا پڑا جب علالت
تشویش ناک صورت اختیار کر گئی تو علاج کے لئے دہلی تشریف لے گئے وہاں حکیم عبدالرزاق
اور حکیم اجمل خان نے ایسی قیمتی اور نایاب ادویہ استعمال کیں جو بادشاہوں کو میسر نہیں

لیکن مالٹا میں جن شدائد سے واسطہ پڑا تھا اس کا علاج دواؤں سے ممکن نہ تھا بالآخر ڈاکٹر انصاری کے مکان پر حضرت کا وصال ہو گیا اس سے کچھ ہی دیر پہلے حضرت پر گریہ طاری ہو گیا خدام نے وجہ دریافت کرنا چاہی کہ علاج معالجہ ہو سکے لیکن حضرت جواب میں کچھ ارشاد نہیں فرماتے بار بار کے استفسار پر فرمایا "میری تمنا اور زندگی بھر کی دعا یہ تھی کہ اسلام کے لئے جہاد کرتا ہوا مارا جاؤں اور میری ہڈی پسلی گھوڑوں کی ٹاپوں میں پس جائے اور صبح قیامت سرخ رو ہو کے اٹھوں اور اب جب کہ میرا آخری وقت آپہنچا ہے دعا کے قبول نہ ہونے کا غم ستا رہا ہے یہ فرما کر کلمہ طیبہ پڑا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اب ہم یتیم ہو چکے تھے ہماری دنیا اندھیر ہو گئی تھی اس سے چند روز بعد حضرت کی قیام گاہ پر جو اب سونی ہو چکی تھی ایک دن علماء کرام کا بہت بڑا مجمع تھا کہ حضرت شیخ الہند کی تحریک آزادی کا ذکر چھڑ گیا ہر شخص دکھ اور دل سوزی سے اس کا ذکر اپنے اپنے انداز میں کر رہا تھا کہ حضرت مولانا اشرف علیؒ تھانوی نے فرمایا "ہم نہ کہتے تھے کہ انگریزوں کے خلاف تحریک کامیاب نہ ہو سکے گی" یہ بات سن کر مجھے بہت صدمہ ہوا میں نے کہا "حضرت جی! یہ تو اپنوں کی وجہ سے ہی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا (اس سلسلہ میں عبدالحق اور ملتان کے خان بہادر رب نواز خان کا نام لیا جا سکتا ہے) اب آپ اس پیشین گوئی پر فخر فرما رہے ہیں"

یہ سن کر مولانا سندھی بہت خوش ہوئے اور فرمایا میاں تم آپ نے کلمۂ حق کہہ کر ہمارا دل ٹھنڈا کر دیا ہے خدا آپ کو اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے" یہ بزرگ ایک بار پھر بغلگیر ہوئے اس وقت ہر دو کی آنکھوں سے حسرت و یاس ٹپک رہی تھی سلام اور دعا کے بعد کچھ غمگین سے ایک دوسرے سے رخصت ہوئے میاں صاحب اور حضرت مدنی کے گھر کے درمیان کچھ فاصلہ ہے واپسی میں ذرا تیز قدموں سے چل رہے تھے کچھ دیر تو مولانا بالکل گم سم رہے پھر خود ہی مہر سکوت توڑی اور فرمایا انور! تمہارے اور تمہاری عمر کے نوجوانوں کے لئے ہماری یہ نصیحت ہے

کر دورہ حدیث شریف کے بعد بی اے کی سٹینڈرڈ تک انگریزی زبان میں استعداد جب تک ہم نہ پہنچا لو علمی زندگی میں قدم نہ رکھنا پھر فرمایا ہمارا تجربہ ہے کہ دارالعلوم کا نصاب پڑھنے کے بعد نوجوانوں میں بے پناہ صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور کسی یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ فضلاء سے ان کا ذہنی ارتقا کسی طرح کم نہیں ہوتا بلکہ ہم تو تجربہ کے بعد انہیں فائق سمجھتے ہیں یہ علمی مرتبہ فنون کی کتابیں اور درجۂ تکمیل جس میں حجۃ اللہ البالغہ سمجھ کر پڑھی گئی ہو تب نصیب ہوتا ہے اب صرف انگریزی زبان کا پردہ بیچ میں حائل رہتا ہے اور ڈائرکٹ میتھڈ کے اصول پر عمل کیا جائے تو یہ چند ماہ کی بات ہے اگر ہمارے طلبہ ذرا سی ہمت کر کے اسے بھی چاک کر ڈالیں تو پھر یہ آج بھی ہر میدان میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا لوہا منوا سکتے ہیں پھر ذرا بلند آواز میں فرمایا سنو انور! دارالعلوم دیوبند جو حضرت نانوتوی اور شیخ الہند کی بے مثال قربانیوں کا ثمر شیریں ہے اگر دارالعلوم کے طلبہ نے ہماری اس تجویز پر عمل کیا تو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ مستقبل کے آزاد پاکستان میں ایک فاضل دیوبند صدر جمہوریہ اور ایک وزیر اعظم کے عہدہ تک ضرور پہنچے گا اور مسلم ممالک بالخصوص عرب ریاستوں میں سفرا تو صرف ہمارے علماء ہی جانے چاہئیں اس کے بعد مولانا سندھی ہنس کر فرمانے لگے خیال ایک بیج ہی تو ہوتا ہے خواہ یہ بیج کسی درخت کا ہو کسی شہر کسی جامعہ یا کسی تحریک کا کیوں نہ ہو پہلے دماغ میں جنم لیتا ہے پھر زمین میں جڑیں پکڑتا اور آسمانی رفعتوں کو چھونے لگتا ہے اور اب جب کہ آستانہ مدنی چند قدم پر تھا تو مولانا سندھی نے فرمایا اور ہماری دوسری نصیحت (بلکہ وصیت یہ ہے کہ مولانا حسین احمد مدنیؒ یا اپنے والد (مولانا احمد علیؒ) سے ذکر قلبی کرنے کا طریقہ معلوم کر لو پھر تمام عمر تم اور تمہاری عمر کے نوجوان کم از کم ایک گھنٹہ یومیہ ضرور لطیفہ قلبی کا ذکر کریں اس کی برکت سے انشاء اللہ کسی دجل اور دجال کا کبھی اثر نہیں ہوگا جب ہم آستانہ عالیہ پر پہنچے تو یہاں خوب گہما گہمی تھی مہمان خانہ میں دسترخوان چنا جا رہا تھا اور حضرت مدنی آیا ہی چاہتے تھے کہ مولانا سندھی نے بیان کو مختصر کرتے ہوئے فرمایا

دیکھو انور! اسم ذات اللہ کا خوب دل لگا کر ذکر کرنا جس کثرت سے ذ
الٰہی کرو گے خدا نے چاہا اسی نسبت سے اعتماد علی اللہ پھر اس کے نتیجہ میں
اعتماد علی النفس پیدا ہوگا لیکن طبیعت میں اسی درجہ خود اعتمادی کا باوجو
جب بھی کسی کام کی ابتدا کرو تو پہلے اسے عقل و خرد کے ترازو میں تولو جذبات
اور محض ظن و تخمین کی بنا پر کوئی فیصلہ ہرگز نہ کرو جب خوب سوچ سمجھ اور جا
دیکھ کر کوئی فیصلہ کر لو تو پھر اس وقت تک اس پر قائم رہو جب تک حقائق
اس کی غلطی ثابت نہ کر دیں۔ اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہ

اس کے بعد تناول ماحضر نماز اور عرب نخلستانوں میں سبز چائے کا دور چ
فارغ ہوتے ہی استراحت کے لئے مولانا سندھی باب الظاہر میرے کمرے میں تشریف
لے آئے ساتھ ہی طلباء اور کچھ اساتذہ کرام بھی چلے آئے مولانا سندھی نے اپنے ذو
کے مطابق پہلے حجۃ اللہ البالغہ کا درس دیا اور پھر محبت و شفقت کے نرالے انداز
سے سب کو مصافحہ کر کے رخصت کیا ابھی میرے چند دوست باقی تھے کہ مولانا نے
فرمایا انور! تم سے جو بات چل رہی تھی اس کے چند اختتامی جملے اور سن ل
خدا معلوم آئندہ کب موقعہ ملے پھر فرمایا "انسان کی زندگی اس کے مقاص
جلیلہ کی زندگی سے ہمیشہ کم ہوتی ہے وہ کتنی ہی طویل عمر کیوں نہ پالے بالآخر ا
اس دنیا سے کوچ کرنا ہے دنیا میں ہر چیز کی ایک عمر طبعی ہوتی ہے اسی طرح
بڑے مقاصد کی بھی ایک زندگی ہوتی ہے لیکن یہ ہماری زندگی سے علیحدہ ہوتی ہ
جس پر موت طاری نہیں ہوتی مگر ایک مخصوص زمانے کے بعد اس کی وقعت
ہو کر بالکل ختم ہو جاتی ہے اور ہوتا یہ ہے کہ عظیم تر مقاصد کے لئے کچھ لوگوں
کو قدرت اعلیٰ استعداد اور غیر معمولی صلاحیت ودیعت فرما دیتی ہے ج
اس مہم کو سر کرنے کے لئے بھرپور کوشش کرتے اور پھر دوسروں کے لئے جگ
خالی کر دیتے ہیں اسی کو ہم تقدیر اور مشیت الٰہی قرار دیتے ہیں بے شک اس

اپنی عمر طبعی گزار کر رخصت ہو جاتا ہے لیکن ہر شخص اپنے عمل کا خیر و شر
میں ہمیشہ زندہ رہتا ہے (گویا مادے کی طرح عمل بھی لازوال ہے کہ شکل بدلتا
ہے مگر فنا نہیں ہوتا) ایک طبعی دنیا میں دوسرا روحانی و اخلاقی زندگی
میں اس فرق کے ساتھ کہ خیر و شر کتنے ہی اضافی کیوں نہ قرار دیئے جائیں
لیکن اپنے خواص و نتائج کے اعتبار سے ایک بہرحال خیر اور دوسرا
بہر طور شر ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
شَرًّا يَّرَهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّآخِرًا حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا

مولانا سندھی اور اُن کی تفسیر

ڈاکٹر مغل کا عظیم کارنامہ

اسلام دین توحید ہے جو پیدا کرنے والے کو ایک قرار دیتا ہے — اور معبود کی یکتائی کا تصوّر پیش کرتا ہے۔ اسلام میں نہ تو شرک ہے نہ اشتراک۔ اسی طرح اسلام میں اشتراکیت ان معنوں میں نہیں ہے جیسا کہ لوگ مفہوم لیتے ہیں۔ اموال میں اشتراک ایک باطل امید ہے جس میں بنی نوع انسان کے لئے کوئی بھلائی موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس پر کاربند ہونے والوں کے لئے کوئی بہتری ہے۔ ملکیت کا انکار اور محصولات میں حق ملکیت کا انکار کسی ایک کے لئے بھی سودمند نہیں اور جو فائدہ کارکن اپنے کام کی بدولت معاشرے کو پہنچاتا ہے وہ اس اجتماعی منفعت کے مقابلہ پر ایک حقیر چیز کی حیثیت رکھتا ہے جو اس کو معاشرے کی طرف سے دستیاب ہوتی ہے۔ یہ وہ عظیم اصول ہے جس سے کارل مارکس کے گروہ کے دیوتما اشتراکی غافل ہیں اور خیر کی بہترین عملی شکل سارے معاشرے کی سعادت ہے اور فرد کی سعادت معاشرے کی سعادت ہی میں ہوتی ہے۔ اشفاع اور حقوق کی جملہ اقسام جو معاشرے میں پائی جاتی ہیں۔ اسلام انہیں معاشرے کے مختلف گروہوں اور اس کے افراد کے مابین مشترک قرار دیتا ہے۔

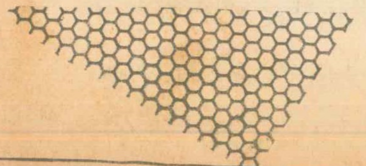
بقیہ : اداریہ

کیا لینے گئے تھے —؟

سچ یہ ہے کہ جن بندگان حق کے بغض میں ان کی زندگیاں بسر ہو رہی ہیں ان کے رب کی غیرت اپنا رنگ دکھا رہی ہے کہ ربِ محمّد کی بات محمّد علیہ السلام نے یوں فرمائی :—

"جو میرے دوستوں سے
دشمنی مول لے اس کے
خلاف میری طرف سے
اعلانِ جنگ"

اور اس جنگ کے انجام و نتیجہ کا تصوّر ہی ہولناک ہے — اب بھی وقت ہے توبہ کر لیں کہ دروازہ ہنوز کھلا ہے۔



یہ اقتباس کتاب حروف اوائل السور ص ۲۸ تا ص ۲۳۳ کے طویل ترین اقتباس کا محض ایک حصہ ہے —— آگے چل کر علامہ ان بعض آیاتِ قرآنی مثلاً سورہ زخرف آیت ۳۲، اور سورۃ شوریٰ آیت ۲۷ وغیرہ کے متعلق مولانا کے افادات کی روشنی میں صحیح مطالب بیان کرتے ہیں اور بعض برخود غلط عناصر جو کھینچا تانی کرتے ہیں ان کو جادہ قدیم و صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں۔

مولانا سندھی کے نام پر بعض نادان دوست اپنی مرعوبانہ ذہنیت کی جو دکان چمکاتے ہیں ان کے لئے بھی اس میں سرمۂ بصیرت ہے۔ اے کاش! وہ ایسی حرکات سے اجتناب کر کے روح سندھی سے معذرت خواہ ہوں اور قرآن کو اس طرح سمجھنے کی سعی کریں جس طرح مولانا کا اصول تھا —— انہی نادان دوستوں کے سبب مولانا نشانہ ستم بنے —— ان میں ایک صاحب ملتان کے ایک قصبہ سے تعلق رکھتے ہیں —— جنہوں نے الہام الرحمٰن کی دو ابتدائی جلدیں اس طرح چھاپی ہیں کہ مظلوم سندھی کی روح تڑپ اٹھی ہو گی —— بہرحال دشمنوں اور نادان دوستوں کے سامنے سندھی کا صحیح رخ پیش کرنے کی توفیق اللہ تعالےٰ نے ہمارے محترم دوست ڈاکٹر منیر احمد مغل کو بخشی جو پاکستان عدلیہ کے اہم فرد ہیں۔ لیکن انہوں نے توفیق الٰہی سے سندھ یونیورسٹی میں اپنا مقالہ پیش کیا جو مولانا کی تفسیر المقام المحمود پر ان کا ڈاکٹریٹ مقالہ ہے —— اس مقالہ کا میٹریل مولانا سندھی کے دیرینہ رفیق و شاگرد مولانا عبداللہ لغاری مرحوم کے نوٹس پر مشتمل ہے جو ان کے محرم راز اور ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے سربراہ ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتہ (جو منیر مغل صاحب کے استاذ و نگران ہیں) کی توسط سے انہیں ملا اور انہوں نے اپنی بہترین صلاحیتیں صرف کر کے اس کو مرتب کر دیا —— فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

مولانا سندھی کے خادم عزیز مولانا عبیداللہ انور نے اس مقالہ کے متعلق یہ سطور قلم بند کی ہیں:-

"میں نے جناب منیر احمد مغل کے پی، ایچ، ڈی کے مقالے کو ذوق و شوق کے ساتھ پڑھا —— ان کی محنت کی جتنی بھی داد دی جائے کم ہے۔ درحقیقت ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتہ کی نگرانی میں ڈاکٹر منیر احمد مغل کی کاوش فکر نے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا ہے مستقبل میں مولانا سندھی پر مزید کام کی پوری توقع کی جا سکتی ہے۔ اس وقت۔ مقالہ ... ور کتاب حوالہ کا کام دے گا —— بہرحال

حضرت نانوتوی

مشاہیر کی نظر میں

— ۱ —

حاجی امداد اللہ مکیؒ کی نظر میں

حضرت حاجی صاحب موصوف قدس سرہ العزیز اپنی مشہور کتاب ضیاء القلوب میں رقم طراز ہیں"

"ہر کس کہ ازیں فقیر محبت و عقیدت و ارادت دارد مولوی رشید احمد سلمہٗ و مولوی محمد قاسم سلمہٗ را کہ جامع کمالاتِ علوم ظاہری و باطن اند، بجائے من راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من شمارند، اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد کہ او بجائے من و من بمقام او شدم و صحبت ایشاں را غنیمت دانند کہ ایں چنیں کساں دریں زماں نایاب اند،

و از خدمت ایشاں بابرکت ایشاں فیض یاب بودہ باشند و طریق سلوک کہ دریں رسالہ ضیاء القلوب نوشتہ شد در نظر شاں تحصیل نمایند، انشاء اللہ بے بہرہ نخواہند ماند،"

ضیاء القلوب ص ۶"

جو شخص کہ اس فقیر سے ارادت و محبت و عقیدت کا تعلق رکھے، اس کو چاہئے کہ وہ مولوی رشید احمد سلمہٗ اور مولوی محمد قاسم سلمہٗ کو جو کہ تمام کمالاتِ علوم ظاہری و باطنی کے جامع ہیں، میری جگہ بلکہ کئی درجہ مجھ سے بلند سمجھے

میں تو اس کے ایک ایک لفظ کو دل کی گہرائیوں سے سراہتا ہوں خود حضرت سندھیؒ نے فرمایا تھا کہ نوجوان جب اس طرف متوجہ ہوں گے تو ہمارے اس فکر کی بنیاد پر ایک ہسٹاریکل لاج قائم کر دیں گے۔ مجھے تو اس مقالے کی صورت میں حضرت مولانا سندھی کی دعا کی قبولیت آنکھوں سے نظر آ رہی ہے۔ کچھ مقامات پر میں نے الفاظ درست کئے ہیں جو ضروری تھے اور مولانا سندھی کے وقت وفات پر ایک نوٹ بھی لکھا ہے۔ کیونکہ میں عینی شاہد تھا۔ میری دعا ہے کہ جن جن حضرات نے اس اہم مقالہ کی تیاری میں حصہ لیا ہے اللہ تعالےٰ انہیں دین و آخرت کے بہترین اجر سے سرفراز فرمائے۔ انہوں نے واقعۃً اپنی آخرت سنوار لی ہے۔ ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

مولانا عبداللہ لغاری مرحوم جن کے نوٹس کی بنیاد پر یہ عظیم الشان مقالہ مرتب ہوا۔ وہ ۱۸۷۱ء میں دادلغاری نامی گاؤں میں پیدا ہوئے جو تحصیل میرپور ماتھیلو میں واقع ہے۔ ان کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہند کے مجاہد شاگرد مولانا محمد صادق کراچوی کے والد مولانا محمد عبداللہ اور ملتان کے مشہور محدث مولانا سلطان محمود بھی تھے ۱۸۹۸ء میں ان کی شادی ہوئی اور اس سے متصل ہی امروٹ شریف ضلع سکھر میں مولانا سندھی سے ان کی ملاقات ہوئی۔ امروٹ اعلیٰ حضرت بھرچونڈی رحمہ اللہ تعالےٰ کے خلیفہ حضرت الشیخ تاج محمود قدس سرہٗ کا مسکن تھا جو شیخ الہند کی تحریک آزادی کے اہم ترین قائدین میں سے تھے اور حضرت بھرچونڈی کے بعد مولانا سندھی کے مربی و سرپرست —— حضرت مولانا احمد علی لاہوری کو انہی سے پہلے اجازت ہوئی۔ ان کے سوانح نگار کہتے ہیں کہ اسی ملاقات میں وہ مولانا سندھی کے ہمدم و رفیق بن گئے اور پھر مرتے وقت تک یہ تعلق نبھایا۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

امروٹ شریف کا مدرسہ وہاں پر بس کا اہتمام اور ہدایت الاخوان کا اجراء، اس کے بعد گوٹھ پیر جھنڈا میں دارالرشاد کے نام سے مدرسہ بنایا جس میں وہاں کے شیوخ کی سرپرستی شامل تھی۔ ان تمام معاملات میں وہ مولانا سندھی کے دست راست تھے بلکہ گوٹھ کے مدرسہ کے مہتمم وہی تھے۔ سات سال تک اس مدرسہ میں خدمت کے بعد حضرت شیخ الہند کے طلب کرنے پر جب مولانا سندھی اور مولانا محمد صادق (مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی) دیوبند گئے۔ تو یہ بھی ساتھ تھے اور پوری طرح متاثر ہو کر پلٹے۔ ۱۹۱۵ء میں یہ بھی کابل تشریف لے گئے اور مولانا سندھی کے دست و بازو بنے۔ دو سال بعد مولانا

اگرچہ ظاہر میں معاملہ الٹ ہے کہ میں انکی جگہ اور وہ میری جگہ ہیں اور ان کی صحبت کو غنیمت تصور کرے، کہ ان جیسے لوگ اس زمانہ میں نایاب ہیں، اور انکی خدمت بابرکت سے فیضیاب ہوتا رہے، اور سلوک کے طریقے جو کہ اس رسالہ ضیاء القلوب میں تحریر کئے گئے ہیں ان کی خدمت میں حاصل کرے انشاء اللہ بے بہرہ نہ رہیگا،"

— ۲ —

حضرت سائیں توکل شاہ انبالویؒ کی نظر میں

حضرت مولانا مشتاق احمد انبیٹھویؒ مولف انوار العاشقین رقم طراز ہیں"

حضرت عارف باللہ شیخی توکل شاہ صاحبؒ مجددی نے عاجز سے فرمایا کہ ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیجا رہے ہیں مولانا محمد قاسم نانوتوی جہاں پائے مبارک حضور کا پڑتا ہے وہاں دیکھ کر پاؤں رکھتے ہیں" انوار العاشقین ص ۴۸

— ۳ —

حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ کی نظر میں

آپ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمہ اللہ کے خلیفۂ اکبر و اکمل تھے،

مولانا نانوتویؒ کے بارے میں آپ کی رائے گرامی ملاحظہ ہو، اسوۂ اکابر کے مؤلف تحریر کرتے ہیں"

حضرت مولانا محمد سعید صاحب کوہ مری والے فرماتے ہیں کہ میں حضرت پیر صاحب گولڑوی

سندھی نے ان کے ذریعہ خطوط ہندوستان بھجوائے . یہ خطوط مولانا کے اپنے تھے اور بعض راجہ مہندر پرتاب کے ۔ انہیں ہندوستان میں مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خان وغیرہ کو پہنچانا تھا۔ نیز ایک عبارت ان کے سپرد کر دی جس کا مقصد جہاد کی اجازت تھا اور اس پر دین پور شریف، امروٹ شریف اور پیر جھنڈا کے مشائخ سے دستخط لینا تھے۔ مولانا لغاری نے نے کمال درجہ محنت و دیانت سے دونوں کام کئے اور ان مشائخ کی اجازت لے کر وہ تحریر سردار عبدالرزاق کو کابل روانہ کر دی۔ ریشمی خطوط کے قصہ میں دوسرے اکابر و اعیان کے ساتھ یہ بھی اپنے چند رفقاء سمیت گرفتار ہوگئے باقی رفقاء ان کے بیان کے سبب رہا ہوتے لیکن مولانا دو سال تک لاہور، پٹھانکوٹ ، دین پور اور کراچی وغیرہ نظر بند رہے ۔ پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر انہیں رہائی ملی ۔ اور جب امیر امان اللہ خان انگریز سے بھڑ گئے تو یہ مولانا سندھی کے تعلق کے سبب جو اس لڑائی کے محرک تھے نظر بند کر دئے گئے۔ ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء میں مولانا سندھی مکہ معظمہ تشریف لے گئے ۔ چندے بعد مولانا لغاری وہاں پہنچے ۔ تفسیر قرآن، علوم اسلامیہ اور فلسفہ ولی اللٰہی پر امام سندھی کی جملہ تقریریں مولانا نے نوٹ کیں ــــــ پختہ کار عالم تھے ، مولانا کے زندگی بھر کے رفیق تھے ۔ مزاج شناس تھے ۔ اس لئے ان کی لکھی ہوئی تقریریں ہر طرح معتبر اور مستند قرار پائیں ــــــ آپ کے سوانح نگاروں کا کہنا ہے کہ اب تک مولانا سندھی کے افکار اور شاہ صاحب کے فلسفہ سے متعلق مستند کتابیں جو شائع ہوئی ہیں تو ان کا مواد مرحوم لغاری کا ہی فراہم کردہ ہے ۱۹۳۹ء میں مولانا سندھی کی واپسی سے کچھ قبل انتظامات کی خاطر واپس آئے۔ اور آخر تک مولانا سندھی کے ساتھ رہے ۔ مولانا سندھی کی وفات کے بعد چھ سال تک سندھ یونیورسٹی کے بعض اساتذہ اور شاگردوں کو قرآن کی تفسیر و حکمت پڑھانے کی غرض سے ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ڈائرکٹر قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد (حالا) اور ڈاکٹر عبدالواحد ہالی پوتہ ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد (حالا) کے یہاں مقیم رہے ۔ آخر میں علامہ آئی ۔ آئی ۔ قاضی صاحب کی علم و معارف پروری کے سبب اعزازی وظیفہ پر سندھ یونیورسٹی کے ایم، اے کے طلبہ کو تفسیر قرآن پڑھانے پر مقرر ہوئے ۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۵۸ء کو اچانک پیشاب کی تکلیف ہوئی ۱۵ ستمبر کو سول ہسپتال حیدر آباد میں داخل ہوئے ، ۱۷ ستمبر آپریشن ہوا ۔ اس دن حافظ محمد صاحب سے فرمایا :۔

"دمے چند خوردیم و گفتیم و بس"۔

اور اسی سے متصل رات ۱۱ بجے اللہ کو پیارے ہوگئے ۔ ان کے عزیز

رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا ایک شخص آیا اور اس نے دریافت کیا ،، آپ مولوی قاسم کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں ،،

حضرت پیر صاحب نے جواباً فرمایا ،، تم حضرت نانوتوی کے بارے میں پوچھتے ہو ؟ سائل نے عرض کیا جی ہاں انہی کے متعلق ! حضرت پیر صاحب نے فرمایا ،، وہ حضرت حق کی صفت علم کے مظہر اتم تھے ،،

اسوۂ اکابر مولانا بہاد الحق قاسمی
خطیب ماڈل ٹاؤن لاہور

ــــ ۴ ــــ

مولانا مشتاق احمد حنفی چشتی انبیٹھوی کی رائے گرامی

موصوف رقم طراز ہیں

،، عاجز حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد رحمۃ اللہ علیہما کے شرف صحبت سے مستفید ہوا اور دونوں صاحبوں کو عالم باعمل اور متبع شریعت اور متقی پایا ،، نعوذ باللہ ان کو کافر کہنا سخت گناہ کبیر سمجھتا ہوں ،،

ــــ ۵ ــــ

خواجہ قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف

آپ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے پڑپوتے اور حضرت خواجہ ضیاء الملۃ والدین کے فرزند ارجمند اور خلف الرشید ہیں ،

آپ نے مولانا کامل الدین اتوکالوی کو جو تحریر عطا فرمائی وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے ، لکھتے ہیں ،

،، میں نے تحذیر الناس کو دیکھا ہے ، میں مولانا

فیض یافتہ اور میزبان ڈاکٹر ہالے پوتہ جاپان کے سفر پر تھے ۔ ان کی بیگم صاحبہ نے غسل وغیرہ کا اہتمام کیا اور علم و حریت کا یہ گوہر شب چراغ سانگھڑ میں دفن کر دیا گیا ــــــ رحمہ اللہ تعالے ــــــ (بحوالہ سرگزشت کابل صفحہ ۲۶۲/۶۴ تلخیص و مقالہ قلمی ڈاکٹر مغل صاحب صفحہ ۱×۷×۱)

ڈاکٹر عبدالواحد ہالی پوتہ جو اس مقالہ میں منیر مغل صاحب کے سرپرست و نگران تھے ان کے بقول مولانا سندھی نے ابتدائے قیام دہلی کے دوران پہلی جنگ عظیم سے قبل جو تفسیر مرتب کی تھی اس کی نقلیں سندھ یونیورسٹی وغیرہ میں موجود ہیں لیکن یہ تفسیر جو اب سامنے ہے یہ اس سے بہت بعد کی ہے جب مولانا کا علم ، مشاہدہ ، تجربہ سب کچھ حد کمال کو پہنچ چکا تھا اور پھر البلد الامین کا قیام اس پر مستزاد ، جو سرزمین وحی ہونے کے ناطہ سے قدرت کی جلوہ آفرینیوں کی آماجگاہ ہے ۔ بقول ڈاکٹر صاحب مولانا نے زندگی کے ادق ترین اور جدید ترین مسائل کے حل کے لئے قرآن عزیز کا سہارا لیا اور حکمت ولی اللٰہی کو بنیاد بنایا ۔ اور بحمد اللہ وہ اس میں خوب کامیاب ہوئے ۔ (تفصیلات پیش لفظ المقام المحمود پارہ عم ۱۹۵۹ء مطبوعہ حیدر آباد سندھ میں دیکھیں)

مولانا سندھی قرآن عزیز کا جس طرح تعارف کراتے ہیں اس کی تفصیلات تو اصل مقالہ میں ملیں گی نمونہ کے طور پر دیکھیں کہ مولانا اسے انقلابی کتاب فرماتے ہیں ۔ جس پر عمل کا نتیجہ تقویٰ ہے ــــــ یہی متقی دنیا میں نظام سلطنت کے وارث ہوتے ہیں ــــــ اور اس سے انکار کا نتیجہ دنیا میں ذلت اور آخرت میں نارِ جہنم ہے اس کی مثل کوئی پروگرام نہیں اور نہ کوئی اس کی مثال لانے میں کامیاب ہو سکتا ہے ــــــ الغرض ایک ایک لفظ قرآن عزیز کی آیات کی ترجمانی کرتا نظر آئے گا اور شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے انداز کے مطابق یہاں نفس قرآن سمجھانے کی کوشش ہوگی جسے افسوس کہ نظر انداز کر کے تفسیری مباحث کو اہمیت دے دی گئی ہے ــــــ حالانکہ اہمیت متن و نفس قرآن کو ہے اور تفسیری مباحث ثانوی حیثیت رکھتے ہیں ــــــ فاضل مقالہ نگار نے صفحہ ۱۱۷×۷ (غیر مطبوعہ) سے چند صفحات پر سندھی مرحوم کے حوالہ سے قرآن کا تعارف کرایا ہے جس کی چند سطور ہم نے محض تمثیلاً عرض کر دیں اور پھر صفحہ ۱۱×۷ پر ممتاز تفسیری نکات کا ایک نمونہ دکھایا گیا ہے مثلاً ــــــ عبادت و استعانت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔

"ہم نے تمام کائنات کو دیکھا اور اس سے اندازہ لگایا کہ اس تمام

محمد قاسم صاحب کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں ، مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے ، خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا ہے وہاں تک معترضین کا سمجھ نہیں گئی ، قضیہ فرضیہ کو قضیہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا

،، فقیر قمر الدین سیالوی ، ڈھول کی آواز

ــــ ۶ ــــ

مولانا غلام رسول مہر

مشہور محقق اور مورخ مولانا غلام رسول مہر مرحوم ،، بزرگان دیوبند ،، کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں ،،

،، بزرگان دیوبند میں جن مقدس ہستیوں کو اولین درجہ احترام و اعزاز کا حاصل ہے وہ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں ،،

ان کے اسماء گرامی اس سرزمین کے آسمان پر درخشاں ستاروں کی طرح روشن ہیں ، جو تاریکی کے وقت صحراؤں میں مسافروں اور سمندروں میں ملاحوں کو راستے بتاتے ہیں ، وہ اپنی زندگیوں میں علم و ہدایت کے مشعل بردار تھے جب اس دنیا سے رخصت ہوئے ، تو اپنے پیچھے پاکیزہ علمی نمونے چھوڑ گئے ، جو دلوں اور روحوں میں برابر دینِ حقہ کے ولولے پیدا کرتے رہیں گے ، خصوصاً حضرت محمد قاسم اور حضرت رشید احمد گنگوہی کی تو ایک یادگار ــــــ دار العلوم دیوبند ایسی ہے کہ تقریباً ایک صدی سے اس وسیع سرزمین میں دینی علوم کے قیام و بقاء کا

نظام عالم کے اوپر ایک ذات ہے ۔ ہم اپنا سر نیاز اس کے آگے خم کرتے ہیں ۔ کیونکہ وہ ہمارا مالک اور کارساز ہے اور اسی سے ہم مدد مانگتے ہیں ۔ یہ بڑی بڑی قومیں جس قدر دنیا میں ہیں انہوں نے انسان پر ظلم و تشدد کر کے انسانی حقوق کو غصب کر لیا ۔ اور انسانوں سے اپنی بندگی کرانے لگے ـــــ اے اللہ ! ہم ان سے بیزار ہیں اور اب تجھی سے مدد مانگتے ہیں ۔"

فاضل مقالہ نگار نے ص۱۱۱ سے ص۷۱ (چار صفحات) تک میں یہ بتلایا ہے ۔ کہ مولانا لغاری کا مسودہ ڈاکٹر بالی پوتہ صاحب کے پاس ہے ۔ اس کی مائیکرو فلم اور فوٹو سٹیٹ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد میں عکسیات ۲۴۷ پر موجود ہے ۔ سات جلدیں ۵ ، ۷ ، ۹ عام رجسٹر سائز کے اوراق پر مشتمل ہیں ۔

جلد اول بنام المقام المحمود فی تفسیر کتاب اللہ الودود الملقب ـــــ بموافقت المسترشدین ہے جس کے ۱۲۲ اوراق ہیں الفاتحہ ، البقرہ ، آل عمران ، النساء اور المائدہ اس میں شامل ہیں ۔ الفاتحہ کی تفسیر مولانا سندھی نے پھر خود سنی ـــــ بقول مولانا لغاری الفاتحہ کی تفسیر ۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۳۵ء کو ختم کی ۔ البقرہ سے توبہ کے اختتام تک تفصیل نہیں لکھی لیکن یونس سے الناس تک مولانا سندھی کا سننا ثابت ہے اور البقرہ سے توبہ تک فیروز نامی ایک صاحب نے تفسیر مولانا سندھی سے سن کر لکھی تھی ۔ مولانا لغاری نے استاذ المحترم کے حکم سے اس سے نقل کر لی ۔

دوسری جلد کا نام المقام المحمود فی تفسیر کتاب اللہ الودود الملقب بہ سبیل الرشاد ہے ۔ اس کے ۲۹۶ اوراق ہیں سورہ الانعام سے التوبہ تک پر مشتمل ہے ـــــ جلد سوم کا الگ کوئی لقب نہیں ۔ اس کے محض ۳۶ اوراق ہیں ۔ اور اس میں صرف سورۂ یونس ہے ۔ ۱۳ شعبان ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۹ نومبر ۱۹۳۴ء کی تاریخ اس پر درج ہے ـــــ جلد چہارم کا بھی کوئی لقب نہیں اس کے ۱۵۵ اوراق ہیں سورۂ ہود سے طٰہٰ تک کی سورتیں اس میں ہیں ـــــ جلد پنجم بھی بغیر لقب ہے اس کے اوراق ۱۵۶ سے شروع ہو کر ۲۵۹ تک جاتے ہیں ۔ اور یہ الاحزاب پر ختم ہوتی ہے ـــــ

جلد ششم کا نام المقام المحمود فی تفسیر کتاب اللہ الودود الملقب بالبیّنات ہے ۱۱۹ اوراق ہیں الحجرات تک چلی گئی ہے ـــــ جلد ہفتم کا لقب نہیں لکھا ۔ صفحات ۱۲۰ سے شروع ہوتے ہیں اور ۲۶۲ تک جاتے ہیں ۔

اس میں سورہ ق سے الذ... تک (تفسیر ـــــ اصل مسودہ

ایک بڑا سرچشمہ رہی ہے ، اسکی آغوش میں سینکڑوں ایسی مقدس ہستیوں نے تربیت پائی کہ جن کے کارنامے دین و سیاست دونوں دوائر میں قابل فخر ہیں

۱۸۵۷ء کے مجاہد ، ص۱۶۲

ـــــ ۷ ـــــ

سر سید احمد خان بانی علیگڑھ کالج

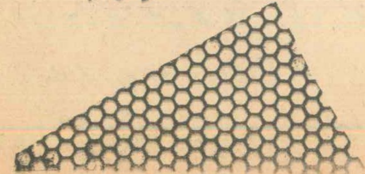
(م ۱۳۱۵ھ)

مولوی محمد قاسم اس دنیا میں بے مثل تھے ان کا پایہ اس زمانہ میں شاید معلومات علمی میں شاہ عبدالعزیز سے کچھ کم ہو ، الّا اور تمام باتوں میں ان سے بڑھ کر تھا ، مسکینی اور سادہ مزاجی میں اگر ان کا پایہ مولوی محمد اسحٰق سے بڑھ کر نہ تھا تو کم بھی نہ تھا ، درحقیقت فرشتہ سیرت اور ملکوتی خصلت کے انسان تھے

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ مورخہ ۲۴ اپریل ۱۸۸۰ء ص۴۶۸ ،

بقیہ : احادیث الرسولؐ

ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی درآنحالیکہ وہ قیامت تک غالب رہنے والے ہوں گے ۔ آپؐ نے فرمایا ۔ پھر عیسٰی بن مریم نازل ہوں گے ۔ مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا آئیے ہمیں نماز پڑھائیے عیسٰی علیہ السلام کہیں گے ـــ نہیں تم میں سے بعض بعض کا امام ہوگا ۔ یہ عزت اللہ تعالٰے نے اس امت کو عطا فرمائی ہے ۔



کے لئے مقالہ نگار نے "م م" کا اشارہ دیا ہے یعنی المقام المحمود اور جہاں مولانا سندھی نے حدیث کے حوالے دئیے تھے ۔ پورا حوالہ تلاش کے بعد درج کیا گیا ہے ۔ اسی طرح تاریخی کتب وغیرہ کے حوالے نقل ہو گئے ہیں ۔ علامہ موسٰی جار اللہ کو املا کرائی جانے والی تفسیر الہام الرحمٰن سے تقابلی مطالعہ کے ساتھ اگر کہیں دوسری جگہ کوئی تائیدی چیز ملی ہے تو اسے بھی مقالہ نگار نے درج کر دیا ہے ۔ اور شاہ ولی اللہ کی کتب سے بطور خاص تائیدی کلمات نقل کئے گئے ہیں ـــــ بقول فاضل مقالہ نگار مولانا سندھی کے سیکرٹری مولانا بشیر احمد لودھیانوی کے پاس جو امالی کے ذخیرے تھے وہ ان کے بعد مولانا مقبول عالم مرحوم سیکرٹری شاہ ولی اللہ سوسائٹی لاہور کے پاس منتقل ہوتے ۔ انہیں نہ صرف امالی پر عبور تھا بلکہ وہ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالٰے کے مخصوص شاگرد تھے ایک ابتدائی حصہ حرف بحرف انہوں نے سنا پھر ان کا انتقال ہو گیا ـــــ رحمہ اللہ تعالٰے ـــــ انگریزی ترجمہ کی ضرورت مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے ترجمہ سے اور اردو ترجمہ کی ضرورت حضرت شیخ الہند کے ترجمہ سے پوری کی گئی ـــــ یہ تفصیلات کا خلاصہ ہے جس سے فاضل مقالہ نگار کی محنت کا اندازہ ہوتا ہے ـــ جزاھم اللہ تعالٰے ۔

جیسا کہ ہم نے ابتدا میں بھی کہیں عرض کیا مولانا سندھی کے پیش نظر قوم کے نوجوان طبقہ کو قرآن سے روشناس کراتا تھا ۔ یہ بات شاہ ولی اللہ کے افکار سے انہوں نے سیکھی تھی ـــــ بقول مولانا عبدالماجد دریا آبادی مرحوم

"ہندوستان میں یہ قرآن فہمی کا چرچا ، آج جو کچھ نظر آتا ہے اور یہ اردو ، انگریزی اور دوسری زبانوں میں جو بیسیوں ترجمے شائع ہو چکے ہیں ، شائع ہو رہے ہیں یا آئندہ شائع ہوں گے ان کے اجر کا جزوِ اعظم حضرت شاہ صاحب کے حسنات میں لکھا جائے گا ۔ یہ سارے چراغ اسی چراغ سے روشن ہوئے ۔ (الفرقان ص۳۳)

مولانا سندھی یہی کچھ کرنا چاہتے تھے اور جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں ابتدائے قیام دہلی سے لے کر قیام مکہ معظمہ تک ان کا محبوب مشغلہ اسی کتاب مقدس پر غور کرنا تھا ۔ اور اس کے علوم کی اشاعت ۔ مکہ معظمہ سے واپسی کے بعد یہ سودا برابر سمایا رہا بلکہ اس میں اضافہ ہوا ـــــ واپسی کے بعد کی ایک تحریر ملاحظہ ہو :۔

"ان حالات میں قرآن کے لئے ضروری تھا کہ اپنے بین الاقوامی انقلاب کو روشناس کرانے کے لئے کسی ایسے فکر کو عنوان بناتا جو

محنت کی روٹی

پیارے بچو ! حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کسی نے حاتم طائی سے پوچھا ۔ کیا تُو نے دنیا میں اپنے سے زیادہ کسی کو باہمت پایا ہے ۔ حاتم نے کہا کہ مَیں نے ایک دن چالیس اونٹ قربان کئے تھے اور امرائے عرب کی دعوت کی تھی ۔ اس دن مَیں جنگل میں کسی ضرورت سے جا رہا تھا وہاں مَیں نے ایک لکڑہارے کو دیکھا جو سر پہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے جا رہا تھا مَیں نے اُسے روک کر پوچھا تُو حاتم طائی کی دعوت میں کیوں نہیں جاتا ۔ وہاں ساری خلقت جمع ہے ۔

لکڑہارے نے جواب دیا ۔ جو کوئی اپنی محنت سے روٹی حاصل کر سکتا ہے اس کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ حاتم کا احسان اٹھائے ۔

پس مجھے انصاف سے کہنا پڑتا ہے کہ مَیں نے اسے ہمت اور جوانمردی میں سب سے زیادہ پایا ۔

دیانت کا تقاضا

پیارے بچو ! حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دیانتداری کا واقعہ بظاہر معمولی نوعیت کا ہے لیکن غور کیا جائے تو اس کے

تمام اقوام میں معروف ہوتا ——— اور پھر بقول مولانا سندھی یہ فکر "فکر قیامت تھا جس کا مطلب کائنات کا ایک روز منتشر ہونا ور انسانی اعمال کی باز پرس ہونا ہے اس لئے اس مسلّم اور معروف عنوان کا قرآن نے سہارا لیا۔"

(دستور انقلاب ص۲۹ مطبوعہ لاہور)

پھر مولانا خاص واقعات کے حوالے سے قرآن کی تفسیر کو نادرست سمجھتے ہیں اور اس معاملہ میں حضرت شاہ ولی اللہ کی الفوز الکبیر کو بنیاد بناتے ہیں اور زور دیتے ہیں کہ قرآن کی تفسیر اس طرح کرو کہ اس کی آیات کسی خاص فرد یا واقعہ سے متعلق ہو کر نہ رہ جائیں ورنہ اس سے اس کی عالمگیریت اور جامعیت متاثر ہوگی۔" (دستور ص۳۱) (اس کی مزید تفصیلات مولانا سندھی کے مقالہ مطبوعہ الفرقان ص۲۵۹-۶۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

مولانا مرحوم جیسا کہ پہلے اشارہ ہوا قرآن کو انقلابی کتاب کہہ کر اس پر عمل کا نتیجہ تقوٰے قرار دیتے ہوئے ان متقین کو وارث ارضی سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ النور اور الانبیاء میں ہے اور اس کے لئے وہ لوگوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ کا باب الحاجۃ الی دین ینسخ الادیان اور ازالۃ الخفا میں آیۃ کریمہ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق کی تفسیر پڑھی جائے۔ (الفرقان ص۲۷۳)

محمودیہ کے ص۱۳ اور ص۱۴ کے مطابق مولانا نے حجاز مقدس سے واپسی پر اپنا محبوب علمی مشغلہ فلسفہ ولی اللّٰہی کی تعلیم قرار دیا۔ اور ۱۹۳۹ء کے ایک خطبہ صدارت (اجلاس جمعیۃ علماء بنگال) میں اس پر پورے شد و مد سے زور دیا ——— شاہ صاحب سے مولانا کی دلچسپی کا راز کوئی راز نہیں ایک حقیقت ہے اور اس کا سبب محض یہ ہے کہ شاہ صاحب نے ظلمت کدہ ہند میں لوگوں کو قرآن کی طرف رجوع کی دعوت دی اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ کے الفاظ میں گویا فرمایا ہے۔

"بھٹکنے سے کیا فائدہ؟ اصلاح مطلوب ہے تو قرآن کی طرف آؤ۔"

(مفہوم ——— الموطا)

اس دلچسپی نے مولانا کو اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ بقول مولانا نور الحق العلوی مرحوم (جو مولانا کے بہت عزیز شاگرد تھے) مولانا سندھی کو شاہ صاحب کی کتابیں ازبر ہو چکی تھیں اور یا پھر قوت حدس نے ایسی ترقی کر لی تھی۔ کہ ان کے لئے شاہ صاحب سے اخذ کرنا مشکل نہ تھا۔

دور رس نتائج نکلتے ہیں ——— ایک دفعہ آپؒ نے حفصی بن عبدالرحمٰن کو کچھ کپڑا فروخت کرنے کے لئے بھیجا اور تھان کے بارے میں آگاہ کیا کہ اس میں فلاں نقص ہے لہٰذا گاہک کو پہلے بتا دینا۔ اتفاقاً جناب حفصی گاہک کو وہ نقص بتانا بھول گئے۔ جب واپس آئے تو آپ نے اس تھان کے بارے میں پوچھا تو جناب حفصی نے بتایا کہ میں بھول گیا تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ گاہک کو پہچانتے ہو؟ مگر وہ اس بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے ——— لہٰذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ اس مال کی تمام کمائی جو تقریباً انیس ہزار تھی۔ تقسیم کر دو۔ چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔

دلوں کی اصلاح

پیارے بچو! حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ اپنے قلوب کی اصلاح کرو۔ کیونکہ دلوں کے سدھرنے پر ہر چیز کا سدھرنا موقوف ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ واصحابہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابن آدم کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ سدھر جاتا ہے تو سارا بدن سدھر جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن

فاضل مقالہ نگار نے چند صفحات میں جن کی ابتدا ص۲ سے ہوتی ہے حکومت اور اس کے متعلقہ مسائل پر مولانا کے افکار قلمبند کر دئیے ہیں۔ جن کو پڑھ کر آج کی الجھنوں کا حل آسان ہو جاتا ہے ——— آج دنیا نظام حکومت کے معاملہ میں اور حالات کی اصلاح کے معاملہ میں ازحد پریشان ہے اور جیب و دامان اس طرح الجھ کر رہ گئے ہیں کہ بات بنتی ہی نہیں۔ مولانا نے قرآن کی روشنی میں گھر کے نظام سے چلتے ہیں اور عالمگیر انسانیت تک پہنچ کر دم لیتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالٰے نے درجہ بدرجہ انسان کو حکومت عادلہ کا ڈھنگ سکھایا ہے ——— انشاء اللہ تعالیٰ چندے بعد یہ تفسیر چھپ کر سامنے آئے گی تو ایک دنیا کو اندازہ ہو سکے گا کہ ایک بوریہ نشین نے کیا کام کیا ——— بلاشبہ اس سعادت کا سہرا ڈاکٹر ہالی پوتہ اور ان کے شاگرد عزیز منیر صاحب کے سر ہے جنہوں نے اس کو ایڈٹ کیا۔ سالوں کی محنت اور اس طرح کہ بقول منیر صاحب ایک ایک آیت پر بسا اوقات کئی کئی راتیں سوچنا پڑا اور استاذ محترم ہالی پوتہ صاحب اکثر اوقات اشکال کا حل یوں تلاش کرتے کہ دو نفل پڑھ لیتے اور روح سندھی کو ہدیہ کرتے پھر قرآن لے کر بیٹھ جاتے اور الحمدللہ معاملہ صاف ہو جاتا۔

اس تمام تر محنت کے باوجود اختلاف کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ اور یہ فطری امر ہے اور بقول نبی اکرم علیہ السلام ——— رحمت ——— لیکن ضروری یہ ہے کہ پوری طرح اس نسخہ کیمیا کو پڑھا جائے ——— مولانا محمد منظور نعمانی الفرقان کے شاہ ولی اللہ نمبر میں مولانا سندھی کے مقالہ کی تمہید میں فرماتے ہیں اور علماء کو توجہ دلاتے ہیں کہ حوصلہ سے سنبھل کر بار بار پڑھیں پھر فیصلہ کریں ——— اپنا کہتے ہیں کہ بعض مقامات مجھے بار بار پڑھنا پڑے (ص۲۵) مطالعہ سے قبل ہی کسی ذہنی یا جماعتی سانچہ میں مولانا کو فٹ کر کے ان کے افکار کا مطالعہ ان کے ساتھ انصاف نہیں وہ اول آخر مسلمان تھے، ایک مخلص اکل کھرے اور سچے مسلمان ——— اس اعتبار سے انہیں پڑھیں اور مواقع اختلاف میں حکیم دہلوی قدس سرہ کا ذوق و مسلک اپنائیں ——— شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالٰے اہل علم کے لئے اختلاف کی حدود پر بحث میں فرماتے ہیں :-

"جو بات کتاب اللہ کی کسی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ واصحابہ وسلم کی سنت قائمہ یا قرون مشہود لھا بالخیر کے اجماع یا جمہور مجتہدین اور معظم سواد مسلمین کے مسلک مختار کے خلاف ہو۔

بگڑ جاتا ہے۔ جان لو کہ یہ ٹکڑا دل ہے۔ دل کی اصلاح تقوٰے، اللہ پر توکل، توحید اور اعمال میں اخلاص پر موقوف ہے۔ پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرو پھر دوسروں کو اس کی نصیحت کرو۔ کیونکہ جب تک آدمی خود عمل نہ کرے دوسروں پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔

قیامت کی علامتیں

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَ يَكْثُرَ الْجَهْلُ وَيَكْثُرَ الزِّنَا وَيَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ اِمْرَاَةً اَلْقَيِّمُ الْوَاحِدُ۔ (متفق علیہ)

انسؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھ جائے گا اور جہالت عام ہو جائے گی اور زنا بہت زیادہ ہوگا اور شراب بہت پی جائے گی۔ مرد تھوڑے ہوں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ایک سرپرست ہوگا۔

میں اس سے بری اور بیزار ہوں - پس اگر ایسی کوئی بات نکل جائے۔ تو یقیناً وہ خطا اور چوک کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس پر جو ہم کو خبردار اور غفلت سے متنبہ کرے - لیکن یہ بعد کے مصنفین جن کا کام ائمہ متقدمین کے کلام سے تخریج اور استنباط ہے اور بحث و مجادلہ جن کا شیوہ ہے - ضروری نہیں ہے کہ ان کی تمام باتوں سے ہم اتفاق ہی کریں ——— وہ بھی انسان ہیں اور ہم بھی انسان۔ اور ہمارا ان کا معاملہ قریباً برابر سرابر ہی ہے "۔

(حجۃ اللہ البالغہ (عربی) ص۹)

گویا فلاں اور فلاں کے حوالے سے امام سندھی پر تنقید مناسب نہیں۔ انہیں اور ان کے افکار کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھیں ——— رہ گئے فلاں اور فلاں تو وہ بھی مولانا سندھی کی طرح انسان تھے اور بس - اگر ان کی علمی تحقیقات میں غلطی کا احتمال ہے تو ان کی تحقیقات بھی منزہ عن الخطا نہیں۔

اسی طرح شاہ صاحب اپنے مکتوبات میں ص۲۷-۲۸ پر شیخ ابن عربی اور حضرت مجدد سرہندی قدس سرہما کے متعلق لکھتے ہیں کہ :-

"ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ یہ دونوں خدا کے برگزیدہ بندوں میں سے اور ان پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ہم ان کی طرف سے کوئی التفات نہیں کرتے اور یہی حال ہمارے نزدیک علامہ ابن تیمیہ کا ہے "۔

شیخ ابن عربی اور حضرت مجدد وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے معاملہ میں جس طرح مختلف الرائے ہیں اس کا اہل علم کو پتہ ہے ——— لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ علمی اختلافات کی بنیاد پر کسی پر کیچڑ اچھالا جائے ——— اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں بچائے۔

اور پھر بقول حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ مولانا سندھی جیسا ذہین و فطین انسان جو کفر کی گود سے نکل کر اسلام کی آغوش میں آیا اور ساری عمر حضور نبی کریم علیہ السلام کے حوالہ سے آنے والی سچائی اور کلمہ حق کی بلندی کے لئے سرگرم عمل رہے، انہیں اس راستہ میں کن کن مصائب سے دوچار نہیں ہونا پڑا - ان صدمات کے نتیجہ میں تو انسان کی دماغی شریان پھٹ جائے تو عجب نہیں اور وہ اپنے عقیدہ و مسلک سے منحرف ہو کر کسی دوسرے راستہ پر چل نکلے تو تعجب نہ ہو لیکن مرحوم سندھی نے اپنا سب کچھ قربان کر کے جس اسلام کو سینہ سے لگایا تھا - دم

اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ!

عن ابی ھریرۃ رضی قال لمّا نزلت وانذر عشیرتک الاقربین دعا النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم قریشًا فاجتمعوا فعمّ وخصّ فقال یا بنی کعب بن لؤیّ انقذوا انفسکم من النار یا بنی مرّۃ بن کعب انقذوا انفسکم من النار یا بنی عبد شمس انقذوا انفسکم من النار یا بنی عبد مناف انقذوا انفسکم من النار یا بنی ھاشم انقذوا انفسکم من النار یا بنی عبد المطّلب انقذوا انفسکم من النار یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار فانّی لا املک لکم من اللہ شیئًا غیر انّ لکم رحمًا سابلّھا ببلالھا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ : ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا جب وانذر عشیرتک الاقربین والی آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے قریش کو بلایا پھر اکٹھے ہو گئے آپؐ نے بلانے میں تعمیم بھی فرمائی اور تخصیص بھی کی آپ بنی کعب ابن لوئی! بچا لو اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے، اے بنی مرۃ بن کعب!

واپسیں تک اسے سینہ سے لگائے رہے اور

الاحادیث یار کہ تکرار می کنیم

کے مصداق قرآن و سنت نبوی کے مبلغ و داعی کی حیثیت سے عمر عزیز بسر کر دی ——— ذہنی صدمات کے سبب ان کے خیالات میں کسی وقت بے ترتیبی کا امکان موجود ہے جس کا اعتراف اس عبقری اور رشد دماغ نے خود کیا ——— ملفوظات ص۲۲۵ پر ہے :-

"میں مانتا ہوں کہ بعض اوقات میں اپنے مطلب کی صاف تعبیر نہیں کر پاتا اور اس سے سننے والوں کو غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں میں اس معاملہ میں معذور ہوں ——— آپ نے خاص طور پر ذاکر صاحب (ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم شیخ الجامعہ جامعہ ملیہ دہلی بعدہ صدر ہند) کو خطاب کیا اور کہا :-

ڈاکٹر صاحب! میں جن مایوسیوں، ناکامیوں اور مایوسیوں سے گذرا ہوں - اور اس یقین تک کہ ہندوستانی مسلمان اس ملک میں سربلند کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس یقین تک پہنچنے میں مجھے جن مصائب سے سابقہ پڑا ہے میں ان کا خیال کرتا ہوں تو مجھے تعجب ہوتا ہے کہ میں کس طرح اس یقین تک پہنچ سکا میں اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے جامعہ میں جگہ مل گئی - اور آپ جیسے سننے اور سمجھنے والے حضرات میسر آ گئے "۔

ان صدمات، مایوسیوں اور مشکلات کے باوجود وہ روس کے کفرزار سے سلامتی کے ساتھ نکلا تو اسے وہ شاہ ولی اللہ کی تجدید کی برکت سمجھتا ہے۔ اور ہمارے خیال میں اس نے اس سب کے باوجود قرآن فہمی کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی تو یہ قرآن کی برکت اور صاحب وحی کا زندہ معجزہ ہے۔ ورنہ بقول مولانا مدنی مرحوم اس مقام پر تو سنبھلنا مشکل ہو جاتا ہے (اس ضمن میں حضرت مدنی کے ارشادات ذاتی ڈائری ص۱۴ سے ص۵۰ تک کی تفصیلات بڑی نفع بخش ہیں۔

ہمارے بعض کرمفرما قادیانیوں کے مسئلہ میں بھی انہیں متہم گردانتے ہیں کہ وہ نرم گوشہ رکھتے تھے ——— ان اکابر اور عزیزوں کو ملفوظات کا ص۴۹۷ دیکھنا ضروری ہے - جہاں حاشیہ پر حضرت شیخ الہند کے شاگرد علامہ شہاب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے ایک روایت نقل ہے کہ مولانا سندھی کا ایک شاگرد بدقسمتی سے کادیانی ہو گیا مولانا اس سے قادیان میں ملے بات ہوتی تو وہ

بچا لو اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے اور بنی عبد شمس! بچا لو اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ کی آگ سے، اے بنی عبد مناف بچا لو اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے، اے بنی ہاشم بچا لو اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے، اے بنی عبدالمطلب بچا لو اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے، اے فاطمہ بچا لے تو اپنی جان کو دوزخ کی آگ سے میں تمہیں اللہ کے عذاب سے بچانے کا مالک نہیں ہوں سوائے اس کے کہ تمہیں میرے ساتھ رشتہ داری ہے قریب ہے کہ میں اسے اس کی تری کے ساتھ تر رکھوں گا۔

عن حذیفۃ رضی قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مقامًا ما ترک شیئًا یکون فی مقامہ ذالک الی قیام الساعۃ الّا حدّث بہ حفظہ ونسیہ قد علمہ اصحابی ھؤلاء وانّہ لیکون منہ الشیء قد نسیتہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثمّ اذا راٰہ عرفہ۔ (متفق علیہ)

حذیفہ رضی سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا - اس جگہ کھڑے ہو کر قیامت

واہی تباہی بکنے لگا۔ مولانا نے اس سے کہا کہ تم آگے تک ہمیں پہنچا آؤ۔ وہ ساتھ ہو لیا۔ گاؤں سے باہر نکلے تو مولانا نے مجھے الگ کر کے اس سے بات کی۔ حتیٰ کہ وہ قادیانیت سے تائب ہو گیا۔ اور درخواست کی کہ مجھے اجازت دیں تاکہ میں سامان لا سکوں اور آپ کے ہمراہ چلوں۔ مولانا نے اسے سامان چھوڑ دینے پر راضی کر لیا اور اسے کفرزار قادیان سے نکال لائے۔

ایسے بیدار مغز اور بہی خواہ اسلام کی تفسیر کا مطالعہ ٹھنڈے دل و دماغ سے کرنا ضروری ہے تاکہ قرآنی حکمت سے صحیح آگاہی ہو سکے۔

ہمارا خیال تھا کہ اس مقالہ میں مولانا کی سیاسی سوجھ وافکار اور ان کی حریت مآبی کا بھی کسی قدر تفصیل سے ذکر کر دیں۔ لیکن طوالت کے سبب اس قصہ کو دوسرے موقعہ پر اٹھا رکھتے ہیں اور محض اتنے اشارات پر اکتفا کرتے ہیں کہ جس افغانستان کا مسلمان آج آپس میں دست و گریباں ہے اور جن کی ہجرت و جہاد پر کئی سیاسی بدذوق مال بٹور رہے ہیں ——— اس افغانستان کے استحکام کا سہرا مولانا کے سر ہے ——— جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ مزید یہ ذہن میں رکھیں کہ روسی حملہ سے افغانستان کو بچانا مولانا کا کارنامہ ہے۔

(دیکھیں مقالہ منیر مغل صاحب ص ۱۱۱ × × اور آپ بیتی ظفر حسن حصہ اول)

دوسرے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ مولانا المحترم نے ۲۵ء میں ترکی سے وفاقی ہند کا دستور تیار کیا اور استنبول سے اسے شائع بھی کیا نتیجہ یہ ہوا ——— کہ ہندوستان کے لئے سیکرٹری آف سٹیٹ مسٹر لارڈ ہیڈ برکن کو ڈرامائی طور پر برطانوی پالیسی کا اعلان کرنا پڑا۔ (مقالہ منیر صاحب ص ۱۱۱ × ×

اس سلسلہ کی مزید تفصیلات ظفر حسن ایبک کی آپ بیتی کے حصہ دوم کے باب ۱۱ میں بطور خاص موجود ہیں ——— اس پروگرام میں ہندوستان کی آزادی اور آزادی کے بعد اس میں وفاقی حکومت کے قیام (جس کو آج ہمارے یہاں کامیاب ترین حکومت سمجھا رہا ہے ——— یہ ایک بوریہ نشین کی سوجھ ہے) مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق کی محافظت۔ اکثریت رکھنے والے محنت کش طبقہ کی حکومت کا قیام اور امپریلزم کے توڑ کے لئے ایشیائی فیڈریشن کا قیام شامل تھا۔ (آپ بیتی ص ۱۰۱-۱۰۲ ج دوم)

محنت کش طبقہ کی حکومت کے ضمن میں مولانا نے لکھا :۔

”زمینداری اور سرمایہ داری کو ختم کرنا تاکہ لوگ کمیونزم کے سبز باغ دیکھ کر دھوکہ نہ کھائیں“۔

اگر یہ بات تسلیم ہو جاتی تو آج روس کا خوف ہمارے سر پر مسلط نہ ہوتا۔

تک جو کچھ ہونے والا تھا، سب کچھ بیان فرما دیا جس نے اسے یاد رکھا تو یاد رکھا اور جس نے اسے بھلا دیا اُس نے بھلا دیا میرے یہ ساتھی اسے جانتے ہیں البتہ مجھے کوئی چیز اس وعظ کی بھول جاتی ہے تو جب وہ واقعہ سامنے آتا ہے پھر مجھے وہ بھولی ہوئی بات یاد آ جاتی ہے۔ جس طرح کوئی شخص کسی کا چہرہ سے غیر حاضر ہونے کی صورت میں یاد رکھتا ہے پھر جب اسے دیکھتا ہے تو اسے پہچان لیتا ہے

اور ایشیائی سوسائٹی بن جانے سے ہم برطانوی امپریلزم کے بعد امریکی سامراج کی گود میں نہ ہوتے اور روس و چین کی بالادستی کے بجائے قیادت ہمارے ہاتھ میں ہوتی۔

یہ دستور ہندوستان بھی آیا لیکن ضبط ہو گیا ——— اسی دستور میں مولانا نے کمال درجہ حکمت عمل اور حزم و احتیاط سے ہندوستان کے تین قدرتی خطوں کی بات کہہ کر علاقائی آزادی لیکن وفاقی حیثیت کا تحفظ کیا۔ (آپ بیتی ص ۱۰۵ ج ۲)

یہ پروگرام یہاں آتے ہی ضبط ہو گیا۔ جس کی ضبطی کی خبر روزنامہ زمیندار ۱۸ مئی ۲۵ء اور سیاست ۱۸ مئی ۲۵ء میں شائع ہوئی۔ (آپ بیتی ص ۱۱۴ ج ۲)

رہ گیا مسئلہ تحریک ریشمی رومال کا تو اس میں مولانا کا جو بنیادی رول ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ انگریز سرکار کا قائم کردہ کمیشن مولانا سے ایسا خوفزدہ تھا کہ اس نے مولانا کو محرک اصلی اور حضرت شیخ الہند کو ان کا مؤید ثابت کیا (جو بہر طور غلط ہے) (ذاتی ڈائری ص ۵۳)

اس تحریک کے ضمن میں تفصیلی حالات انڈیا آفس لائبریری لندن کے ریکارڈ کی بنیاد پر مولانا سید اسعد مدنی نے مرتب کرائے جو پاکستان میں مکتبہ رشیدیہ لاہور اور مکتبہ محمودیہ لاہور کے اشتراک سے شائع ہو چکے ہیں ——— مولانا کی ذاتی ڈائری کے ص ۶ پر ترکی وزیر جنگ غالب پاشا کی تحریر کا اقتباس بھی موجود ہے جو حضرت شیخ الہند اور غالب پاشا کے تعلقات کی عکاسی کرتا ہے ——— اور اس تحریک کے ضمن میں اہم دستاویز ہے۔

رہ گیا مسئلہ ہندو دوستی کا تو جو بے چارے قوم اور ملت کے فرق کو نہیں سمجھتے اور قرآن و سنت نبوی سے بے نیاز ہو کر اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے صنموں کو پوج رہے ہیں۔ ان سے کوئی غرض ہماری نہیں ——— رہ گئے انصاف پسند حضرات تو وہ مولانا کی ذاتی ڈائری کا ص ۹۱ اور سرگزشت کابل کا ص ۷۹ دیکھ لیں کہ کس طرح مولانا ہندو کے لتے لیتے ہیں اور اس کے دماغ کی خرابی کا علاج کرتے ہوئے اسے کہتے ہیں کہ اس سرزمین پر جتنا تمہارا حق ہے اس سے زیادہ نہیں تو تمہارے برابر ہمارا ضرور حق ہے ——— کم کسی شکل نہیں۔

رہ گیا پاکستان کا مسئلہ تو ظاہر ہے کہ مولانا اس سے قبل انتقال فرما گئے تھے لیکن مسلم قوم کے اکثریتی طبقہ نے جس طرح پنجاب کی اکثریتی آبادی کا خون کیا، اور پست اقوام کے معاملہ میں بے اعتنائی برتی اس کا ماتم قومی ادارے بھی کر رہے ہیں لیکن اب شور مچانے سے فائدہ؟ (سرگزشت کابل ص ۱۳۱)

مومن کے لئے خوشخبری

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَأَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ وَیَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَیُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَیْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ۔ (رواہ مسلم)

ابی ذرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی آپ ایسے شخص کے حق میں کیا فرماتے ہیں کہ نیکی کا کوئی کام کرتا ہے اور اس کام پر لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے اور لوگ اس نیکی کے سبب سے اس سے محبت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ مومن کی خوشخبری ہے اسے جلدی ملنے والی ہے (یعنی دنیا میں خوشخبری دے دی گئی ہے اور آخرت کا اجر باقی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَّ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا۔ (رواہ البخاری)

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں البتہ تم زیادہ روتے اور تھوڑا ہنستے۔

منظور شدہ ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۷ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
محکمہ تعلیم ۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری D.D.9-2067/9/29 مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.M2/۴۰-۱۵۴۱۰ ۳ مارچ ۶۷ء

ہم اس خطۂ ارضی کی صلاح و بقا اور اس کو نمونہ کی مملکت بنا کر سارے عالم اسلام اور بالآخر انسانیت کو فلاح کا پیغام دینے کی غرض سے اس مقالہ کے مطالعہ کی سفارش پر ان سطور کو ختم کرتے ہوئے فاضل نامہ نگار، ان کے استاذ محترم، دوسرے معاونین، صاحب املا و تفسیر سب کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت اپنے سب حضرات کے ساتھ اپنے خصوصی کرم کا معاملہ فرمائے۔ ع

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد